تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار — لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

مدیر: حافظ عاکف سعید — ۲۷ اگست ۱۹۹۷ء — جاری کردہ: اقتدار احمد مرحوم

ایک عالمگیر انسانی برادری کا قیام! وقت کی اہم ترین ضرورت

واقعہ یہ ہے کہ قرآن حکیم نے اجتماعیات انسانیہ کے اعتبار سے انقلابی فکر عطا کیا ہے۔ انسان نے اجتماعیات کے میدان میں ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے قبائلی نظام کے تصور سے ترقی کرتے ہوئے شہری ریاستوں' حکومتوں اور سلطنتوں (Empires) کے تصور سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر اب state یعنی ریاست یا قومی ریاستوں (National States) کے تصور تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ چنانچہ اب انسان شدت سے محسوس کر رہا ہے کہ ایک عالمی ریاست (World State) قائم ہو جائے' اگر ایسا نہ ہوا تو انسانیت بہت بڑی تباہی اور ہولناکی سے دوچار ہو کر رہے گی۔ لیکن ایسی عالمی ریاست کے قیام کے لئے (سیکولر دنیا کے پاس کوئی جڑ' بنیاد اور اساس نہیں ہے۔ مختلف قومیتوں کے مابین ایسی حد فاصل قائم ہے جسے پاٹنا انسانوں کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر قومیت کی بنیاد نسل پر قائم ہے تو نسل تو تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر قومیت کی بنیاد رنگ پر قائم ہو تو رنگ بھی ناقابل تغیر ہے۔ چنانچہ آج امریکہ جیسے متمدن ملک میں بھی چمڑی کی رنگت (گورے اور کالے کا فرق) ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ اسلام نے عالمی انسانی برادری کے قیام کے لئے قرآن مجید میں دو مثبت بنیادیں فراہم کی ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے "اے لوگو' ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں کی صورت میں پھیلا دیا' تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو!" (الحجرات) چنانچہ تمام انسانوں کے مابین "وحدت الٰہ" اور "وحدت آدم" دو مشترک بنیادیں ہیں۔ مشرق بعید کا رہنے والا ہو یا مغرب بعید کا باشندہ' انتھوپیا کا رہنے والا سیاہ فام حبشی ہو یا برطانیہ و امریکہ کا سرخ و سفید رنگت کا حامل انسان' وحدت خالق اور وحدت آدم کے اعتبار سے برابر ہے۔ وحدت انسان کی یہ دو مثبت اساسات ہیں جو قرآن مجید انسانیت کو عطا کرتا ہے۔ چنانچہ آج عالمگیر ریاست کے قیام کے لئے بیان کردہ قرآنی اساسات کو اجاگر کرنا بہت ضروری ہے۔ انسانی تمدن کا جس سمت میں ارتقا ہو رہا ہے' ایک عالمی ریاست کا قیام اس کا لازمی نتیجہ اور ناگزیر تقاضا ہے۔ اسی تقاضے کے تحت لیگ آف نیشنز (League of Nations) قائم ہوئی تھی۔ چونکہ اس کے لئے کوئی واضح بنیاد اور مثبت اساس موجود نہ تھی لہٰذا لیگ آف نیشنز دم توڑ گئی۔ اسی متذکرہ صدر انسانی تقاضے نے اقوام متحدہ (United Nations) کو جنم دیا مگر اب اقوام متحدہ بھی سپر پاورز کے مفادات کے تحفظ کا ادارہ بن چکی ہے جس سے عالمی سطح پر پائیدار امن کے قیام میں مدد ملنے کی توقع دم توڑ چکی ہے۔ جدید ذرائع ابلاغ کی بدولت دنیا سکڑ کر ایک "گلوبل ویلج" کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ مگر فاصلوں کی یہ کمی صرف خارج میں واقع ہوئی ہے انسان کے باطن میں نہیں۔ چنانچہ آج بھی نسلوں' رنگوں اور زبانوں کے فرق کی بنیاد پر "من دیگرم تو دیگری" کا نعرہ حلق پھاڑ کر لگایا جا رہا ہے۔ انسانوں کے مابین حائل اس دوری اور نفرت کی خلیج کو پاٹنے کے لئے قرآن حکیم کی عطا کردہ مساوات انسانی کی بنیادوں پر عمل کرتے ہوئے اس تعلیم پر عمل کرنا ہو گا کہ ؎

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا — نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی!

(اقتباس از: "مسلمانوں کی سیاسی و ملی زندگی کے رہنما اصول سورۃ الحجرات کی روشنی میں" از قلم: امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد)

قیمت: ۲ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث امروز

جنرل (ر) محمد حسین انصاری

لب لباب

۱۴/ اگست ۱۹۹۷ء کو پاکستان کی گولڈن جوبلی کی تقریبات مکمل ہو گئیں۔ آیا یہ تقریبات رواں سال بھی جاری رہیں گی فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ جشن منانے کا جنون عروج کو چھو کر اختتام پذیر ہوا۔ اس روز نوجوانوں کا شوق دیدنی تھا' ان کا جذبہ تقابل یہ تھا کہ بڑا جھنڈا کون لہراتا ہے' کس کا موٹر سائیکل بنا سلنسر زیادہ ٹراتا ہے' ڈبل سواری کی پابندی توڑنے میں کون دلیر ہے' کس کا نچلا دھڑ ڈانس میں زیادہ تھرکتا ہے' کار میں بیٹھی خواتین کو دیکھ کر کون زیادہ بے ہودگی کر گزرتا ہے' عین سڑک کے بیچ ڈسکو کا ماہر کون' وغیرہ ہا۔ یہ تھا معیار زندہ دلی کا اور یہ تھا معیار آزادی کی نعمت کے تشکر کا جسے بعض دانشور حضرات نے سراہتے ہوئے اسے پاکستان کے استحکام کی ضمانت کہا۔ کتنا استحکام اور کیسی ضمانت یہ تو وقت ہی بتائے گا البتہ یہ واقعی ثابت ہو چکا کہ ہم جشنی قوم ہیں' جشن خوب مناتے ہیں۔ انہیں دنوں مشہور قوال نصرت فتح علی خان انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا نے انہیں موسیقی کا بادشاہ اور روح بالیدہ کر دینے کا جادوگر کہہ کر خراج تحسین پیش کیا۔ ان کی مست مست قلندر کی کیسٹوں نے شائقین کو تڑپا دیا' فلمی اور گلوکار دنیا قربان ہونے لگی اور کئی دیوانے بے ہوش ہو گئے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے تو انہیں صوفیانہ کلچر کا محبوب کہتے ہوئے فیصلہ کیا کہ فی الحال مرحوم کو فیصل آباد میں امانت کے طور پر دفن کیا جائے اور لاہور میں داتا کمپلیکس کی توسیع مکمل ہونے پر انہیں داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں جگہ دی جائے۔ کیا کہئے گا اپنے حکمرانوں کی اس سوچ کو۔ انہی دنوں اگر کسی جید عالم دین کی وفات کی اطلاع ہوتی تو اخبارات دو تین سطر کی ایک کالمی خبر کہیں اندر کے صفحے پر لگا دیتے۔

بات ہو رہی تھی گولڈن جوبلی تقریبات کے پروگرام کی۔ گئے سال تحریک پاکستان' قیام پاکستان اور پچاس سالہ قومی زندگی کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا' بہت کچھ کہا گیا اور بہت کچھ ریڈیو ٹیلیویژن پر دکھایا گیا۔ اس سارے پروگرام کا اجمالی نقشہ آنکھوں کے سامنے لایا جائے تو یہ آپ بیتی داستان دو واضح حصوں میں دکھائی دیتی ہے۔ پہلا حصہ ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء تک' اور دوسرا حصہ پچاس سالہ مدت ۱۹۹۷ء تک۔ جہاں پہلا حصہ عنایت خداوندی ہے وہاں دوسرا حصہ پاکستانی قوم کا امتحان نظر آتا ہے۔ عنایت خداوندی تو بلاشبہ بھرپور تھی لیکن ہم امتحان میں فیل ٹھہرے۔ اور تو کیا کہئے' یہ کوتاہی کیا کم ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست ہمارے ہاتھوں دولخت ہوئی۔ یہ ہے لب لباب تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے بعد پچاس سالہ قومی زندگی کی داستان کا۔ گولڈن جوبلی تقریبات کے پروگرام کی ہر تحریر' ہر تقریر' ہر مذاکرے' ہر مباحثے اور ہر ڈرامے کا ڈراپ سین یہ تھا کہ ہمارے حالات دگرگوں ہیں۔ تو کیا ہمارا انسانی شعور اس امر کا متقاضی نہیں' کیا نعمت خداوندی کے حقیقی تشکر کا فریضہ یہ مطالبہ نہیں کرتا' کیا بین الاقوامی سطح پر باعزت مقام حاصل کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ روایتی دعائیہ کلمات دہراتے رہنے کی بجائے ہم سنجیدہ انداز میں سوچ بچار سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ عقل سے کام نہ لینے والے لوگوں کو بدترین جانور قرار دیتا ہے (سورۃ انفال' آیت ۲۲)۔ رب العزت نے ہمیں ہر طرح سے نوازا ہے' ہم ان نوازشات سے پورا استفادہ کیوں نہیں کر سکے؟ یہ ہے وہ سوال جس کا جواب ہمیں دینا ہے۔ پچاس سالہ قومی زندگی کے دوران ملک میں تین قوتیں برسراقتدار رہیں۔ مسلم لیگ ۱۶ سال اقتدار سے منسلک رہی' پیپلز پارٹی ۱۲ سال اور مارشل لاء ۲۲ سال رہا۔ کبھی تو باقی رہنے والی اچھائی نے جنم لیا ہوتا کہ جس پر عمارت تعمیر ہوتی چلی جاتی۔ ہر آنے والے نے نکالے جانے والے کے کیڑے گنوائے اور پہلے سے لگی چار اینٹیں اکھاڑ پھینکتے ہوئے نئی اینٹیں لگانے کی کوشش کی۔ ہمارے معاشرے میں ایک چوتھی قوت بھی ہے' دینی تشخص رکھنے والی جماعتیں مگر یہ قوت کبھی مجتمع نہ ہو سکی بلکہ باہمی اختلافات کے باعث کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی۔ ہم اپنی موجودہ زبوں حالی کا دیانتدارانہ تجزیہ کریں تو اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ قوم دیانتدار حاکم چننے میں ہمیشہ ناکام رہی۔ نیکی کے بجائے دولت کو اہمیت ملی جس کے نتیجے میں خوشحال طبقہ پٹڑی سے اتر گیا اور اس پاداش میں قوم کے حالات بگڑتے چلے گئے۔ قوم نے حاکم چننے کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی دیدہ دانستہ نافرمانی کی' تقویٰ کی بجائے پیسے کو اہمیت دی اور خوشحال طبقے کی غلامی قبول کر لی۔ اگر پہلے کبھی اللہ تعالیٰ کے ان احکامات پر توجہ نہیں دی تو اب دیجئے' ان پر کاربند ہونے کا عہد کیجئے اور اس عہد کو ہر قیمت پورا کیجئے (سورۃ نساء' آیت ۵۸۔ سورۃ الحجرات' آیت ۱۳۔ سورۃ بنی اسرائیل' آیت ۱۶)۔ دینی تشخص والی جماعتوں کو گلی گلی' کوچہ کوچہ یہ حقیقت عوام الناس تک پہنچانی چاہئے کہ دیانتدار حاکم چنے بنا ہماری بدحالی کا کوئی علاج نہیں۔ گردن توڑ دیں گے' پھڑکا دیں گے' الٹا لٹکا دیں گے' کچومر نکال دیں گے' ان دھمکیوں اور بڑھکوں سے بات نہیں بن پائے گی۔ بددیانت حاکم سے نیک معاشرے کی تشکیل کی توقع عبث ہے۔ دیانتدار حاکم تلاش کیجئے' یہی ہماری مصیبت کا حل ہے اور اسی میں ہمارے دکھوں کا مداوا ہے۔

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

خصوصی عدالتوں کا قیام

قومی اسمبلی اور سینٹ نے انسداد دہشت گردی کا بل مجریہ ۱۹۹۷ء کثرت رائے سے منظور کرلیا ہے۔ دونوں ایوانوں میں اپوزیشن نے بل کی زبردست مخالفت کی اور احتجاجاً واک آؤٹ کیا۔ ایک ہی دن میں پہلے دوپہر کے وقت یہ بل قومی اسمبلی نے منظور کیا اور سہ پہر کے وقت وفاقی وزیر داخلہ نے اسے سینٹ کے اجلاس میں پیش کیا۔ تمام اپوزیشن جماعتوں نے جن میں پاکستان پیپلز پارٹی، جمعیت علماء اسلام، پختون خواہ ٹیپ اور بلوچستان نیشنل پارٹی شامل تھیں، نے اجلاس کا بائیکاٹ کیا۔ ایم کیو ایم جو حکومت کی حلیف جماعت ہے، نے بھی اجلاس میں شرکت نہیں کی۔ اپوزیشن لیڈروں نے ایوان کے اندر اور باہر بل کی زبردست مخالفت کی۔ سید خورشید شاہ نے 14/ اگست اور گولڈن جوبلی کے حوالے سے کہا کہ اس قسم کی قانون سازی کم از کم آج کے دن نہیں ہونی چاہئے تھی۔ سینیٹر عبدالحئی بلوچ نے کہا کہ پندرہ منٹ میں قانون سازی کر کے ہم خود اپنا مذاق بنا رہے ہیں۔ اپوزیشن کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے پارلیمانی امور کے وفاقی وزیر نے کہا کہ انسداد دہشت گردی کا بل وقت کی ضرورت ہے اور عوام اس کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

خصوصی عدالتوں کے قیام کا بل عین گولڈن جوبلی کے موقع پر انتہائی ہنگامی انداز سے منظور کرنے کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ پچاس سال بعد بھی ہم ہنگامی صورت حال اور سیاسی عدم استحکام سے دوچار ہیں۔ ہم جمہوریت کے قیام اور استحکام کا دعوئی کر رہے ہیں مگر ہم اس کے روایتی ستونوں بالخصوص عدلیہ پر عدم اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہم دنیا کو یہ باور کروا رہے ہیں کہ ہماری عدلیہ کی کارکردگی ملکی حالات سے مطابقت نہیں رکھتی اور وہ سست روی کا شکار ہے۔ درحقیقت پچاس سالوں میں چوری، ڈاکے، اجتماعی زیادتیاں اور دشمنی کی بنا پر قتل وغارت میں اس قدر اضافہ ہو چکا ہے اور یہ جرائم روز مرہ زندگی کے اس طرح جزو بن چکے ہیں کہ نہ عام شہری کو اب اس نوع کی خبروں سے کوئی خاص تشویش ہوتی تھی اور نہ ہی کوئی حکومت ان جرائم کی کمی وبیشی کو اپنے اقتدار کے لئے کسی قسم کا خطرہ گردانتی تھی۔ لیکن جونہی مسلم لیگ کی موجودہ حکومت تاریخی مینڈیٹ لے کر بڑے جوش وخروش کے ساتھ برسراقتدار آئی تو ان تمام جرائم میں معمول کے اضافے کے ساتھ ساتھ دہشت گردی میں غیر معمولی اور غیر متناسب اضافہ ہوا، جس سے حکومت کی نااہلی کا تاثر ابھرا، لیکن موجودہ حکومت نے بڑی ہوشیاری سے اس تاثر کا رخ عدلیہ کی طرف موڑنے کی کوشش کی۔ وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف اور ان کے برادر خورد وزیراعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے ملکی عدالتی نظام کو دہشت گردی کے خاتمے میں بڑی رکاوٹ قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ عدالتیں ملزموں کی ضمانتیں منظور کرلیتی ہیں اور انصاف مہیا کرنے میں تاخیر کرتی ہیں جس سے مجرم شہ پا رہے ہیں۔ انہوں نے بار اور بینچ سے مذاکرات کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کی بجائے عوامی اور سیاسی کارکنوں کے اجتماعات میں ایسے بیانات داغنے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ دہشت گردی کے واقعات جب پے در پے ہو رہے تھے تو ایک تقریب جس میں چیف جسٹس آف پاکستان بھی موجود تھے، میاں شہباز شریف نے صاف ہی کہہ دیا کہ ۱۳ کروڑ عوام کی نگاہیں ججوں پر لگی ہوئی ہیں یعنی دہشت گردی کا خاتمہ صرف ججوں کی ذمہ داری ہے اور عوامی غیض وغضب کا رخ حکومت کی بجائے عدلیہ کی طرف موڑنے کی شعوری کوشش کی۔ جس پر عدلیہ کی جانب سے بھی جوابی بیانات شائع ہوئے، جن میں انتظامیہ اور پولیس کے ہتھکنڈوں کو انصاف میں تاخیر کا اصل سبب قرار دیا گیا۔ اس دوران وزیر اعظم اور چیف جسٹس کے درمیان متعدد ملاقاتیں ہوئیں لیکن یہ ملاقاتیں نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئیں۔ بعد ازاں لاء کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کر دی جس میں ایسی بہت سی تجاویز پیش کی گئیں جن میں اسی عدالتی نظام میں رہتے ہوئے جلد انصاف مہیا کرنے اور مختصر وقت میں مجرموں کو قرار واقعی سزا دینے کے طریقے وضع کئے گئے، لیکن حکومت خصوصی عدالتوں کے قیام کا بل تیار کر چکی تھی اور اس نے لاء کمیشن کی تجاویز کو نظرانداز کرتے ہوئے پارلیمنٹ سے بل منظور کروا لیا۔

یوں تو محض خصوصی عدالتوں کا قیام ہی جمہوری روایات کے سراسر خلاف ہے اور سیاسی عدم استحکام اور حالات کی ناسازگاری کی واضح نشان دہی کرتا ہے لیکن ہماری انتظامیہ کے اندرونی میکنزم اور پولیس کی سابقہ روایات کے پس منظر میں اس بل کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس کی بعض شقیں انتہائی خطرناک ہیں۔ مثلاً D.S.P کے سامنے اقبال جرم کو بطور ثبوت پیش کرنے کی اجازت درحقیقت انصاف کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کے مترادف ہے۔ پولیس آفیسر کے لئے ویڈیو ٹیپ فراہم کرنے کی پابندی مضحکہ خیز ہے۔ گواہوں اور پولیس کی بجائے جج کا قرآن پر حلف اٹھانا بے معنی ہے۔ بل کا سیکشن 4 پاکستان کے خصوصی حالات کے پس منظر میں مستقبل میں انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اس سیکشن کے مطابق وفاقی حکومت اگر ضرورت محسوس کرے تو صوبائی حکومت کی مرضی کے خلاف امن وامان کے قیام کے لئے علاقے میں رینجرز اور فوج کو بھیج سکتی ہے۔ ماضی میں بھی مضبوط مرکز کے نعرے کو بنیاد بنا کر اس قسم کی کارروائیوں سے صوبائی خود مختاری کی بے حرمتی کی گئی جس سے قوم پرستی کے تصور اور مرکز گریز رجحانات کو تقویت ملی۔ وزیر قانون کا یہ بیان کہ ہم خصوصی عدالتوں کو کنگرو کورٹس نہیں بنائیں گے ماضی کے تجربے سے ناقابل یقین محسوس ہوتا ہے۔ OO

ہمیں پاکستان اس لئے عزیز ہے کہ اس کے وجود کی بنیاد اسلام ہے

مولانا ابوالکلام آزاد نے کہا کہ "تقسیم ہند سے پاکستان میں اسلام نہیں ہو گا اور بھارت میں مسلمان نہیں ہو گا"

اصل تقدس اگر زمین کو حاصل ہوتا تو اسلام میں ہجرت کا حکم کبھی نہ دیا جاتا

مرزا ایوب بیگ، لاہور

"... آج میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان اور پاکستانی عوام کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آج بارہ بجے ہم ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنی آزادی کی دوسری نصف صدی میں داخل ہو چکے ہیں۔ ہم نے گزشتہ نصف صدی کا سفر کیسے طے کیا، یہ دکھوں اور مسرتوں سے بھری ایک طویل داستان ہے۔ ہم نے آزادی کا پہلا سانس شہیدوں کے خون سے نہائی ہوئی فضا میں لیا تھا۔ ہمارے پاس مستقبل کے خوابوں اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے عظیم خیالوں کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو ہمیں حوصلہ دیتی، مگر ہم نے اپنے قائد کے تدبر، بلند عزائم اور عوام کے عزم و ایمان کی طاقت سے مملکت خداداد پاکستان کی بنیاد کو مضبوط کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ شکست خوردہ ذہنیت رکھنے والے چند عناصر کہتے ہیں کہ آزادی کے ۵۰ سال پورے ہونے پر کس چیز کا جشن منائیں۔ میں یہاں کہوں گا کہ جو اپنی قسمت کو کوستے رہتے ہیں ان کی قسمت بھی ان کو کوستی رہتی ہے۔ شاید انہیں معلوم نہیں کہ بزدل ہمیشہ اپنی ناکامیوں کو یاد کر کے حوصلے ہارتے ہیں اور بہادر اپنی کامیابیوں سے تقویت حاصل کرتے ہیں۔

پاکستان خداوند کریم کی عظیم نعمت ہے۔ اسے قائم کرنے کے لئے برصغیر کے مسلمانوں کو ایک ہزار سال قبل تاریخ کے مختلف مراحل سے گزرنا پڑا۔ پاکستان کا وجود اس عظیم نظریہ کا اظہار ہے جس نے برصغیر کے تمام مسلمانوں کی سوچوں، تجربوں، امنگوں اور خوابوں سے مل کر جنم لیا اور آج اس عظیم نظریہ کی سچائی پر نصف صدی کے عملی تجربہ نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ یقیناً یہ ہمارے لئے خوشی اور حوصلہ کی بات ہے۔ قوموں کی زندگی میں سیاسی، انتظامی اور معاشی مراحل آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں، یہ مستقل نہیں ہوتے۔ مستقل ہوتا ہے کسی قوم کا وجود، مستقل ہوتے ہیں عوام کے وہ اجتماعی خواب جن کی تعبیر آنے والی صدیوں میں سامنے آتی ہیں، مستقل ہوتا ہے کسی قوم کا وہ ارادہ جو اسے آزادی اور خود مختاری کے ساتھ زندہ رہنا سکھاتا ہے، مستقل ہوتا ہے عوام کا وہ نظریہ حیات جو انہیں بدتر سے بدتر حالات میں بھی مضبوط اور پرامید رکھتا ہے۔ ان میں سے کون سی چیز ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ ٹھیک ہے ہم اپنے معاملات اچھے طریقے سے نہیں چلا سکے۔ ٹھیک ہے ہمارا جمہوری نظام بار بار معطل ہوتا رہا۔ ٹھیک ہے گزشتہ ۵۰ سال کے دوران بہت سے اتار چڑھاؤ آئے مگر یہ چیزیں مستقل نہیں.... کم و بیش دنیا کا ہر معاشرہ کسی نہ کسی مرض کا شکار ہوا اور اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اس کا مقابلہ کرتا رہا۔ پاکستان کو بھی بارہا مختلف امراض کا سامنا کرنا پڑا لیکن تاریخ گواہی دیتی ہے کہ اس عظیم ملک نے ہمیشہ یہ ثابت کیا ہے کہ اس میں ہر مرض پر غالب آنے کی پوری صلاحیتیں موجود ہیں یہ قوم جس نے اپنی آزادی کا سفر لاکھوں شہیدوں کے خون کے دریا عبور کر کے شروع کیا تھا، کوئی معمولی قوم نہیں"۔

یہ اقتباس وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے اس خطاب سے لیا گیا ہے جو انہوں نے ۱۳/اور ۱۴/اگست کی درمیانی شب کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے کیا تھا۔ اس خطاب میں انہوں نے ان لوگوں کو کوسنے دیئے، شکست خوردہ ذہنیت کا حامل اور بزدل قرار دیا، جنہوں نے گولڈن جوبلی کے حوالہ سے جشن منانے کی مخالفت کی تھی۔

حاکموں کی سیاسی اور حکومتی مصلحتوں کی خاطر اور تقریر نویسی کی محض مکالمہ بازی اور لفاظی سے اگر تاریخی حقائق بری طرح مسخ نہ ہوئے ہوتے تو ہمیں اس جھنجھٹ میں پڑنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی، لیکن کیا کوئی ایک شخص بھی سینے پر ہاتھ رکھ کر از روئے ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کی زیر قیادت مسلم لیگ نے جو پاکستان حاصل کیا تھا آج وہ پاکستان موجود ہے اور اس نے عمر عزیز کے پچاس سال پورے کئے ہیں۔ یقیناً ایسا عریاں اور سفید جھوٹ بولنے کی کوئی شخص جرات نہیں کر سکتا، کیونکہ دسمبر ۱۹۷۱ء میں اس پاکستان کے دولخت ہونے کے کروڑوں عینی گواہ موجود ہیں۔ پھر یہ کہ آبادی کے لحاظ پاکستان کا بڑا حصہ آج بنگلہ دیش کے نام سے دنیا کے نقشے پر بطور ثبوت موجود ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے خصوصاً ملک کے حاکموں نے مخالف سوچ اور نکتہ نظر کو سننے، سمجھنے اور صبر و تحمل کی راہ اختیار کرنے کی بجائے معاندانہ اور جارحانہ رویہ اختیار کیا۔ مشترکہ و متفقہ حصول مقاصد کے لئے محض مختلف اپروچ اپنانے پر وطن اور دین کے غدار اور باغی ہونے کے لیبل چسپاں کر دیئے۔ اگر مخالف سوچ اور نکتہ نظر کو صبر و سکون سے سنا جائے، سمجھنے کی کوشش کی جائے اور ذاتیات پر نہ اترا جائے تو اختلافات برقرار رکھتے ہوئے بھی ضد پیدا نہیں ہو گی، رابطے منقطع نہیں ہوں گے اور مثبت نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کے اس نظریئے سے کہ "متحدہ ہندوستان میں مسلمان یکجان ہو کر اپنی قوت کو بھرپور طور پر بروئے کار لا سکیں گے اور پاکستان بن جانے سے مسلمانوں کی قوت تقسیم ہو جائے گی" اس نظریئے سے اختلاف کرنے اور اسے غلط قرار دینے کا ہر مسلم لیگی کو حق حاصل تھا لیکن ایسے جید علماء کی توہین و تحقیر کرنا یا انہیں ہندوؤں کا ایجنٹ قرار دینا انتہائی گھٹیا حرکت ہے۔ بلاشبہ مسلم لیگ اور علماء ہر دو کو مسلمانان ہند کا مستقبل عزیز تھا لیکن اس روشن مستقبل کے حصول کے لئے دونوں کی صرف اپروچ مختلف تھی۔

فکری آمریت کا یہی سلسلہ اب تک جاری ہے۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے گولڈن جوبلی کے موقع پر کروڑوں روپے کے اشتہارات دینے کی' راگ و رنگ کی محافل منعقد کرنے کی' آتشبازی جیسے بیہودہ شغل کی' نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ٹولیوں کی سرعام اچھل کود کی مخالفت کی ہے۔ کیا وہ پاکستان کے "سجن" نہیں ہیں؟۔ ہمارے بعض دانشور خصوصاً اسلام پسند دانشور حضرات ہر اس شخص کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں اور اس کی پاکستانیت پر بڑے زوردار انداز سے حملہ آور ہوئے ہیں جس نے گولڈن جوبلی منانے کے انداز پر اور اپنی پچاس سالہ کارکردگی پر حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کو کہا ہے۔ نہ صرف اسے بلکہ اس کے آباؤاجداد کو نامناسب القابات سے نوازا گیا۔ بار بار یہ بات دھرائی جاتی ہے کہ پاکستان نہ بنتا تو آج جو بڑے بڑے تاجر بنے بیٹھے ہیں' ان کے پاس کھوکھا بھی نہ ہوتا اور بڑے بڑے شان و شوکت والے افسران بمشکل کلرک ہوتے وغیرہ وغیرہ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسے حضرات ان سیکولر ذہن رکھنے والے لوگوں کی لاشعوری طور پر تصدیق کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ تو چند چھوکروں نے لگایا تھا۔ مسلم لیگ نے جماعتی سطح پر اس نعرے کو کبھی نہیں اپنایا تھا اور پاکستان کے حصول کی بنیاد صرف معاشی تھی۔ حالانکہ ملک کی 80 فیصد آبادی اب بھی دو وقت کی روٹی بمشکل پوری کر رہی ہے۔ اگر 20 فیصد لوگ مالی طور پر آسودہ ہوئے ہیں تو دوسری طرف ملک اربوں ڈالر کا مقروض بھی ہوا ہے۔ ہر پیدا ہونے والا بچہ 17 ہزار ڈالر کا مقروض ہوتا ہے اور ہم اس وقت سابقہ قرض کا سود ادا کرنے کے لئے قرض لیتے ہیں پھر یہ کہ دنیائے عرب میں جو پچھلے پچاس سال میں تیل کی دریافت سے معاشی انقلاب آیا ہے اور مغرب میں صنعتی انقلاب سے سستی لیبر کی ضرورت نے پاکستان میں نچلی سطح پر لوگوں کی معاشی حالت میں زبردست تبدیلی آئی ہے یہ دونوں فیکٹرز متحدہ ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے لئے مالی لحاظ سے بہت سود مند ہو سکتے تھے۔ لہذا تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے فوائد صرف اس حوالہ سے شمار کرنا کہ بہت سے لوگوں کی مالی حالت میں انقلاب آگیا ہے' بہت بڑا مغالطہ ہے۔ پھر یہ سودا اس لحاظ سے بھی خسارے کا سودا رہا ہے کہ عوام کی اکثریت نے مال کمایا اور کردار واخلاق گنوایا۔ ایک انگریزی محاورہ ہے "کہ اگر دولت کھو گئی ہے تو کچھ نہیں کھویا اور اگر صحت کھو گئی ہے تو بہت کچھ کھو دیا ہے اور اگر کردار کھو دیا ہے تو سب کچھ کھو دیا ہے۔ خود

وزیر اعظم صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے آزادی کا پہلا سانس شہیدوں کے خون سے نہائی ہوئی فضا میں لیا تھا اور ہم نے آزادی کا سفر لاکھوں شہیدوں کے خون کے دریا عبور کر کے شروع کیا تھا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان تمام قربانیوں اور شہادتوں کا اصل مقصود مالی طور پر آسودگی اور دنیوی سطح پر اعلیٰ معیار زندگی تھا لیکن اور یہ بہت بڑا لیکن ہے کہ اگر ہم اس نظریہ کو جسے ہم نظریہ پاکستان کہتے ہیں اگر پاکستان میں اس کی عملی تنفیذ ہو گئی ہوتی یعنی اسلام

بحیثیت نظام کے قائم ہو گیا ہوتا تو قیام پاکستان کے لئے مالی' جانی اور عصمتوں کے لٹائے جانے کی کوئی قربانی بھی بڑی قربانی نہ ہوتی اور یہ سودا ہر قیمت پر سودمند اور ارزاں ہوتا۔ یہ کہا جاتا ہے اور صدفی صد درست کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست پہلی اسلامی ریاست تھی اور اس کے پندرہ سو سال بعد پاکستان کی صورت میں دوسری اسلامی ریاست قائم ہوئی ہے۔ اگر مسلمان مدینہ پر قبضہ تو کر لیتے لیکن خدانخواستہ اسے مثالی اسلامی ریاست نہ بناتے تو یہ قبضہ اس قابل بھی نہ ہوتا کہ تاریخ میں کہیں اس کا ذکر بھی آتا۔ لہذا راقم کو یہ کہنے میں قطعاً کوئی باک یا جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ اگر پاکستان میں اسلام بحیثیت نظام قائم نہیں ہوتا تو ہمیں ایسے پاکستان کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اسلامی نظام کے بغیر اس کا کوئی مستقبل نہیں ہے' چاہے اپنی پاکستانیت کے بڑے بڑے اشتہار لگانے والے' راقم اور اس کی قبیل کے لوگوں کو قابل گردن زدنی کیوں نہ قرار دے دیں!۔ پاکستان تو تبھی پاکستان بن سکتا ہے اگر یہاں اللہ اور اس کے رسول ؐ کا پاک نظام قائم ہو جائے۔ وہ مسلمان ملک جس میں اللہ اور رسول کے فرمودات کی نفی کر کے غیر اللہ کا نظام مسلط کیا گیا ہو اور وہاں نفاذ اسلام کی جدوجہد بھی نہ ہو سکتی ہو اسے ہم وطن عزیز کسی طرح کہہ سکتے ہیں۔ مسلمان اگر حقیقی مسلمان ہے تو اس کی اصل commitment اپنے دین سے ہے۔ ہمیں پاکستان اس لئے عزیز ہے کہ اس کے وجود کی بنیاد اسلام ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے یہاں نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد کرنے پر نہ کوئی قدغن ماضی میں تھی اور نہ کوئی مائی کا لال مستقبل میں لگا سکتا ہے۔ اصل حیثیت اور اصل تقدس اگر محض زمین کو حاصل ہوتا تو اسلام میں ہجرت کا حکم کبھی نہ دیا جاتا۔ ہجرت و جہاد کو اسلام میں کلیدی حیثیت اس لئے حاصل ہے تاکہ نفاذ اسلام کے راستے میں کوئی شے رکاوٹ نہ بن سکے۔ اس پس منظر میں مولانا ابو الکلام آزاد کے اس قول کا ٹھنڈے دل کے ساتھ جائزہ لیں کہ "تقسیم ہند کا نقصان یہ ہوگا کہ پاکستان میں اسلام نہیں ہوگا اور بھارت میں مسلمان نہیں ہوگا"۔ آج اگر بھارت کا مسلمان مجبور اور بے بس ہے تو اس لئے کہ کمزور اور سیکولر پاکستان اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ مولانا کے اس قول کو اگر غلط ثابت کرنا ہے تو پاکستان میں حقیقی اسلام کے نفاذ کے لئے تن من دھن لگا دیں پاکستان میں اسلام آئے گا تو بھارت میں مسلمان زندہ ہو جائے گا۔ آخر بھارت کے مسلمان پاکستان بنانے کی قیمت کب تک چکاتے رہیں گے؟۔

اطلاعات و اعلانات

لاہور چھاؤنی میں نئے امیر کا تقرر

تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر جناب ڈاکٹر عبدالخالق نے تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے امیر حافظ محمد اقبال صاحب کی طرف سے امارت کی ذمہ داری سے معذرت قبول کرتے ہوئے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں مشورہ کے بعد جناب وسیم احمد کو تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کا امیر مقرر کر دیا ہے۔

لاہور شرقی نمبر ۲ میں نئے امیر کا تقرر

تنظیم اسلامی لاہور شرقی نمبر ۲ کے امیر جناب محمد یونس طور کی جانب سے امارت سے معذرت قبول کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی ہدایت کے مطابق قائم مقام امیر ڈاکٹر عبدالخالق نے رفقاء کی آراء حاصل کرنے کے بعد مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں مشورہ کے بعد جناب محمد رشید ارشد کو تنظیم اسلامی لاہور شرقی نمبر ۲ کا امیر مقرر کر دیا ہے۔

حلقہ پنجاب شمالی میں انتظامی تبدیلیاں

امیر حلقہ پنجاب شمالی کی سفارش پر تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر جناب ڈاکٹر عبدالخالق نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں مشورہ کے بعد راولپنڈی کی تین مقامی تنظیموں' تنظیم اسلامی شکریال' تنظیم اسلامی مسلم ٹاؤن اور تنظیم اسلامی راولپنڈی غربی کو باہم ضم کر کے "تنظیم اسلامی راولپنڈی شہر" قائم کر دی ہے' جناب عتیق الرحمن کو اس تنظیم امیر مقرر کیا گیا ہے۔

اس طرح اسلام آباد کی دو مقامی تنظیموں اسلام آباد شرقی اور اسلام آباد غربی کو باہم ضم کر کے "تنظیم اسلامی اسلام آباد" قائم کر دی گئی ہے۔ پروفیسر علامہ رسول غازی کو تنظیم اسلامی اسلام آباد کے نئے امیر کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

جنرل (ر) محمد حسین انصاری نے جماعت اسلامی کے احتساب سیل کے سربراہ کی حیثیت سے چارج سنبھال لیا

لاہور (پ ر) سابق ممبر قومی اسمبلی میجر جنرل (ر) محمد حسین انصاری نے جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی احتساب سیل کے سربراہ کی حیثیت سے باقاعدہ چارج سنبھال کر کام کرنا شروع کر دیا۔ قاضی حسین احمد نے جماعت کے مرکزی نائب امراء چودھری رحمت الٰہی' چودھری محمد اسلم سلیمی سیکرٹری جنرل سید منور حسن اور ڈپٹی سیکرٹری جنرل اعجاز احمد چودھری کے ہمراہ منصورہ میں احتساب سیل کا دورہ کیا

پاکستان کے لئے دین کے علاوہ بقا اور استحکام کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے

نظام چلانے کے لئے انتخابات ضروری ہیں جبکہ نظام کی تبدیلی کے لئے انقلاب کی ضرورت ہے

مستقبل میں اسلام کے عالمی غلبہ کے لئے پاکستانی مسلمانوں کو اہم کردار ادا کرنا ہے!

جماعت اسلامی نے الیکشن نہیں بلکہ الیکشن نے جماعت اسلامی کو چھوڑ دیا ہے

شیعہ سنی اختلافات کو "را" اور "موساد" کے ایجنٹ ہوا دے رہے ہیں

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ سے روزنامہ مشرق پشاور کا انٹرویو' جو ۲/۱ اگست ۹۷ء کو شائع ہوا

ڈاکٹر اسرار احمد کا کنبہ 1947ء میں بھارتی صوبہ ہریانہ سے ہجرت کر کے پاکستان آیا اور ساہیوال میں رہائش پذیر ہو گیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد قیام پاکستان سے قبل مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن سے وابستہ رہے' بعد میں انہوں نے جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کر لی لیکن جب جماعت اسلامی نے الیکشن میں حصہ لینے کا اعلان کیا تو آپ نے جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ 15 سال تک میڈیکل پریکٹس کی۔ 65ء میں اپنے مشن کا آغاز کیا اور 7 سال تک تنہا کام کرتے رہے۔ 1972ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی بنیاد رکھی۔ بعد میں اسی کے تحت قرآن اکیڈمی' قرآن کالج اور قرآن آڈیٹوریم بھی بنایا۔ اس کی شاخیں کراچی' ملتان' فیصل آباد اور پشاور میں بھی قائم ہیں۔ 1975ء میں تنظیم اسلامی قائم کی جبکہ 1991ء میں تحریک خلافت پاکستان کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ ڈاکٹر صاحب بے شمار کتب کے مصنف بھی ہیں۔

☆ : تنظیم اسلامی ایک عرصہ سے پاکستان میں نظام خلافت کے لئے برسرپیکار ہے۔ آپ کی جماعت کے کیا اغراض و مقاصد ہیں اور یہ کس پروگرام کے تحت اپنی منزل تک پہنچنا چاہتی ہے؟

○ : ہمارے پروگرام کی مختلف جہتیں ہیں۔ انفرادی جہت یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے میرا یہ فرض ہے کہ اللہ کے دین کو دوسروں تک پہنچاؤں' خلق خدا کی بہتری کے لئے دین حق کو قائم کرنے کی کوشش کروں کیونکہ اصل زندگی اور کامیابی آخرت کی ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے میں نے اپنی پوری زندگی وقف کر رکھی ہے۔ اس حقیقت کو میں نے جوانی میں ہی پا لیا تھا کہ انسان کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ خود اللہ کا بندہ بنے اور اس لئے اللہ کا پیغام دوسروں تک پہنچائے۔ اللہ کے دین کو قائم رکھنے کی کوشش کرے کیونکہ یہی ہماری فلاح کا واحد راستہ ہے' یہ کام میں اٹھارہ برس کی عمر سے کر رہا ہوں' اس میں ابھی تک کوئی وقفہ نہیں آیا۔ دوسری جہت وطن کے حوالے سے ہے' میں پاکستان میں مہاجر کی حیثیت سے آیا تھا' میرا تعلق بھارتی صوبہ ہریانہ سے ہے۔ علامہ اقبال کی ملی شاعری اور حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام اور مولانا مودودیؒ کے کتابچوں کا مطالعہ سکول کے زمانے ہی سے شروع کر دیا تھا۔ سکول کے زمانے سے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن سے وابستگی شروع ہو چکی تھی اور ایم ایس ایف کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان میں ایک کارکن کی حیثیت سے حصہ لیا۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے 1946ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں ہونے والے ایم ایس ایف کے کنونشن میں اپنے ضلع کی نمائندگی کی تھی۔ 1947ء میں جب پاکستان بنا تو آگ و خون کا دریا عبور کر کے ہم یہاں پہنچے۔ 170 میل کا سفر پیدل طے کیا جس کے ہر قدم پر موت اور زندگی کا کھیل جاری تھا۔ حالات اتنے خراب تھے کہ ہم ڈیڑھ ماہ تک ایک جگہ پر محصور رہے جس کے بعد ہم پاک سرزمین پر پہنچے۔

اپریل 1948ء میں مولانا مودودیؒ نے لاہور میں موہنی روڈ پر واقع خالصہ سکول میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے لہٰذا اس میں اسلامی دستور کا نفاذ ہونا چاہئے جس کے لئے انہوں نے باقاعدہ تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ میں بھی اس تحریک میں شامل ہو گیا اسی تحریک کے نتیجے میں 1949ء میں قرارداد مقاصد پاس ہوئی جس کی تائید کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس وقت کے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو خبردار کیا تھا کہ اگر یہ قرارداد منظور نہ ہوئی تو وہ استعفیٰ دے کر اس بات کا برملا اظہار کریں گے کہ جس مقصد کے لئے ملک بنایا گیا وہ پورا نہیں کیا جا رہا۔ لیکن قرارداد مقاصد کے اصولوں پر کبھی بھی عملدرآمد نہ ہو سکا اور اگر آپ کسی بھی چیز سے اس کی بنیاد نکال دیں تو وہاں استحکام ختم ہو جاتا ہے۔ ملک میں اسلام مکمل طور پر کبھی نافذ نہ ہو سکا' اس لئے پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام ہمارے پروگرام کا حصہ ہے۔ 1949ء میں قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد میں نے اسلامی جمعیت طلباء میں شمولیت اختیار کر لی اور ایک سال تک جمعیت کا ناظم اعلیٰ بھی رہا۔ 54ء میں ایم بی بی ایس کرنے کے بعد جماعت اسلامی کا رکن بن گیا لیکن یہاں جلد ہی یہ احساس ہو گیا کہ جماعت اسلامی نے انتخابات میں حصہ لے کر اپنے آپ کو ایک سیاسی جماعت بنا لیا اور اسی عشرے میں منعقدہ الیکشن میں بری طرح ناکامی ہوئی۔ مسلم لیگ کی قیادت مذہبی نہ تھی لیکن عوام نے اسلامی نعرے کی بنیاد پر مسلم لیگ کو مینڈیٹ دیا تھا۔ لہٰذا پاکستان میں استحکام اور بقاء کے لئے دین کے علاوہ کوئی بنیاد دستیاب نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین کے نافذ نہ ہونے کے باعث یہ ملک دولخت ہوا اور اب بھی یہ ہوا میں معلق ہے۔ ہمارے پروگرام کی تیسری جہت بین الاقوامی سطح پر ایک ایسی قوم تیار کرنا ہے جو آنے والے سخت وقت میں مسلم امہ کا تحفظ کر سکے کیونکہ ہم بے

شک بحیثیت قوم پاکستانی ہیں لیکن امت کے لحاظ سے مسلمان ہیں جو عالمی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ اسلام کی ترویج و ترقی اور غلبے کے لئے اس امت کو اور خصوصاً پاکستانی قوم کو اہم کردار ادا کرنا ہے۔

☆ : سیاست اور مذہب سے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے؟

○ : سیاست دین کا ایک جزو ہے۔ اسلام مذہب نہیں دین ہے جو عام تصور ہے کہ مذہب انفرادی زندگی کا معاملہ ہے جو سیدھا سیکولرازم بن جاتا ہے۔ یہ مجموعہ ہے سماجی' معاشی اور سیاسی زندگی کا لیکن یہ ایک علیحدہ چیز ہے وہ نہ صرف آپ کو سماجی' معاشی اور سیاسی نظام فراہم کرتا ہے بلکہ آپ کو عبادات کا بھی نظام فراہم کرتا ہے اور آپ کو حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی راہ گم کر بیٹھا ہے تو اسے سیدھی راہ پر چلانے کے لئے کوشش کرو۔ جہاں تک سیاست کی بات ہے میں سیاست کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ نظریاتی سیاست اور عملی سیاست۔ نظریاتی سیاست' سیاست کا وہ حصہ ہے جو صحافی ادا کر رہا ہے۔ وہ لوگوں کی رائے بناتا ہے' انہیں ایک لائن دیتا ہے جس کے بعد عملی سیاست اس کے تابع ہو جاتی ہے۔ امریکی پالیسی پر جو لوگ قابض ہیں وہ صرف اور صرف میڈیا کی وجہ سے ہیں کیونکہ اخبارات لوگوں کے زیادہ قریب ہیں۔ دوسری قسم کی سیاست' عملی سیاست ہے جسے میں مزید دو حصوں میں تقسیم کر کے انتخابی سیاست اور انقلابی سیاست کا نام دیتا ہوں۔ انتخابی سیاست میں ملک کے نظام کو تسلیم کرتے ہوئے الیکشن میں حصہ لینا اور اس نظام کو چلانا شامل ہے۔ جب کہ انقلابی سیاست میں آپ ملکی نظام کے مخالف ہوتے ہیں اور اس نظام کو ختم کر کے نیا نظام لانا چاہتے ہیں۔ میں 75 فیصد سیاست میں ہوں کیونکہ میں انتخابات میں حصہ نہیں لیتا کیونکہ جب آپ کو ملک کے نظام سے اختلاف ہے تو پھر آپ کیسے انتخابی سیاست میں حصہ لے کر اسی نظام کو تحفظ فراہم کر سکتے ہیں؟

☆ : پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا لیکن 50 سال گزرنے کے باوجود یہاں اسلام کا نفاذ ممکن نہیں ہو سکا اس کی کیا وجہ ہے اور سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ مذہبی جماعتیں انتخابات میں کامیاب کیوں نہیں ہوتیں؟

○ : اسلام کا نعرہ گزشتہ 50 سالوں سے ملک میں گونج رہا ہے یہاں تک کہ ایوان صدارت سے گیارہ سال تک یہ نعرہ لگتا رہا لیکن یہ نعرہ اتنی مرتبہ اور اتنے کھوکھلے انداز میں لگایا گیا کہ نوجوان نسل شکوک میں مبتلا ہو گئی۔ دراصل یہ دعویٰ کرنا کہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا غلط ہے کیونکہ مسلم لیگ والوں نے خود' جن میں سردار شوکت' جہاں خان' نور الامین اور حسین شہید سہروردی شامل تھے ایک موقع پر کہا تھا کہ پاکستان معاشی وجوہات کی بناء پر بنایا گیا۔ "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ چند لڑکوں کا لگایا ہوا نعرہ تھا" یہ انہی لوگوں کے الفاظ تھے۔ دولتانہ نے اسے سیاسی مسئلہ کہا۔ پاکستان سیاسی' معاشی یا مذہبی وجہ سے نہیں بلکہ ایک خوف کے نتیجے میں وجود میں آیا تھا۔ یہ خوف چھوٹی قوم کا تھا جو اپنے وجود کے مٹنے سے خوفزدہ تھی کیونکہ چھوٹی قوم ہزار سال تک بڑی قوم کو محکوم رکھ چکی تھی لیکن دور غلامی میں ہندو مسلمان سے بہت آگے نکل گئے۔ انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ سرکاری ملازمتیں اختیار کیں تجارت میں آگے نکل گئے جب کہ اس دوڑ میں مسلمان قوم بہت پیچھے رہ گئی۔ جب انگریزوں کے اس ملک سے جانے کا وقت آیا تو چھوٹی قوم خوفزدہ ہو گئی کہ کہیں اس کا وجود ختم نہ ہو جائے۔ تو یہ وہ خوف تھا جس کی بناء پر پاکستان بنا۔ پاکستان بننے کے بعد جب آئین کا مسئلہ آیا تو مولانا مودودیؒ نے تحریک چلائی اور قرارداد مقاصد منظور ہوئی۔ سیکولرازم کے دور میں قرارداد مقاصد کے ذریعے اللہ کی حاکمیت کا اقرار ایک بہت بڑا معجزہ تھا کیونکہ اس دور میں کوئی شخص اس کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مذہبی جماعتیں الیکشن میں کامیاب نہیں ہو سکیں تو میں پھر ماضی میں جاؤں گا کہ جماعت اسلامی سے سب بڑی غلطی یہ ہوئی کہ وہ انتخابات میں حصہ لینے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی جس کے بعد مذہبی جماعتیں انتشار کا شکار ہوئیں اور الیکشن میں بھی ناکام ہوئیں۔ الیکشن میں مذہبی جماعتوں کی آمد سے فرقہ ورانہ کشیدگی میں اضافہ ہوا۔

آج بھی لوگ مذہبی جماعتوں کو ووٹ نہیں دے رہے۔ جماعت اسلامی یہ کہہ رہی ہے کہ اس نے الیکشن چھوڑ دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ الیکشن نے جماعت اسلامی کو چھوڑ دیا ہے۔ جماعت اسلامی نے جب الیکشن میں حصہ لینے کا مستقلاً فیصلہ کیا تو میں نے جماعت چھوڑ دی۔ مولانا فضل الرحمان بھی الیکشن میں حصہ نہ لینے کے متعلق سوچ رہے ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان کے دوسرے گروپ نے انتخاب میں اس لئے حصہ نہیں لیا کہ اس کا مسلم لیگ (ن) سے سودا طے نہیں ہو سکا وہ جو کہاوت ہے کہ "مجھے کمبل نہیں چھوڑتا" اب انہیں کمبل نے چھوڑ دیا ہے۔

☆ : ملک کی موجودہ صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ اصلاح احوال کے لئے کیا تجاویز پیش کریں گے؟

○ : جب کسی نظریئے کو حصول مقصد کے بعد نکال دیا جائے تو مقصد ہوا میں معلق ہو جاتا ہے۔ بالکل یہی کچھ پاکستان کے ساتھ ہو رہا ہے' جب آپ نے اسلام کے نام پر اس ملک کو حاصل کیا تھا تو پھر اسلامی قوانین کا نفاذ بھی ذمہ داری تھی لیکن ملک کے حصول کے بعد حکمران طبقات نے اسلامی نظریئے کو ذہن سے نکال دیا۔ یہ بات قرآن پاک کی سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۷۴-۷۵-۷۶ میں موجود ہے کہ جو اللہ سے کیا گیا عہد توڑتے ہیں انہیں تین طرح کے "نفاق" کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نفاق باہمی' نفاق کردار اور نفاق دستور۔ آپ دیکھ لیں ہم میں یہ تینوں نفاق بدرجہ اتم موجود ہیں' بحیثیت قوم ہم پاکستانی کے بجائے سندھی' پنجابی' سرائیکی' بلوچی اور پٹھان بنے ہوئے ہیں۔ مذہبی فرقہ واریت بڑھ رہی ہے۔ کردار کے نفاق کی بدولت ہی کرپشن میں ہم دوسرے نمبر پر پہنچ چکے ہیں لہٰذا جو جتنا بڑا ہے وہ اتنا ہی بڑا خائن ہے' جھوٹا ہے۔ قرضوں سے حاصل کی گئی رقوم سے بنگلے اور کوٹھیاں بنائی گئی ہیں۔ آج یہ عالم ہے کہ بیرون ملک قرضوں کا صرف سود ۲۰۰ ملین ڈالر ہے۔ مختلف ملکی مسائل پر ہماری سوچیں ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں' کالا باغ ڈیم پر ایک کا موقف کچھ ہے دوسرے کا کچھ۔ یہ نفاق عملی ہے۔

نفاق دستوری دیکھ لیں ہمارا آئین منافقت کا سب سے بڑا مرقع ہے۔ ہمارے پاس مکمل اسلامی دستور موجود ہے لیکن اس میں اسلام ایک ہاتھ سے ڈال کر دوسرے ہاتھ سے نکال لیا جاتا ہے۔ ہمارا دستور چوں چوں کا مربہ بن گیا ہے۔ شق نمبر ۲/۱ اے کے تحت فیصلہ ہائی کورٹ کرتی ہے تو شق نمبر ۴۵ کے تحت سپریم کورٹ اس فیصلے کو غلط قرار دیتی ہے۔ ۲۲۷/۱ اے میں درج ہے کہ کوئی قانون اللہ کے حکم کے منافی نہیں بنایا جائے گا لیکن دیکھ لیں اب بھی ایسے کئی قوانین ہیں جو کتاب و سنت کے خلاف بن رہے ہیں۔ آرٹیکل ۲۲ سی کو اسلامی نظریاتی کونسل سے جوڑ دیا گیا ہے لیکن اس کی سفارشات پر عمل درآمد نہیں ہوتا' اسلامی نظریاتی کونسل اب صرف مولوی پال ادارہ بن کر رہ گیا ہے۔

ضیاء الحق نے اسلام کے نفاذ کے لئے چند اچھے کام بھی کئے مثلاً اس نے فیڈرل شریعت کورٹ بنا کر اسے یہ اختیار دیا کہ جو قوانین غیر اسلامی ہیں انہیں کالعدم قرار دے۔ لیکن ساتھ ہی اسے بیڑیاں اور ہتھکڑیاں بھی پہنا دیں کہ ضابطہ فوجداری کے مسائل وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ کار سے باہر ہیں جس کی وجہ سے یہ ادارہ بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔

جہاں تک حدود آرڈیننس اور قانون شہادت کا تعلق ہے تو میں عرض کروں گا کہ جب تک نظام نہیں بدلا جائے گا اس وقت تک کوئی قانون اپنی اصل صورت کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔

☆ : آج کل احتساب احتساب کا نعرہ لگ رہا ہے کیا

آپ موجودہ احتسابی عمل سے مطمئن ہیں؟

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

احتسابی عمل کا بہت شور سنا تھا لیکن حکومت نے احتساب ایکٹ بنا کر اس کی ساکھ خراب کر دی ہے۔ جس کے مطابق احتساب ۹۰ سے شروع کیا جائے گا جس سے احتسابی عمل داغ دار کر دیا گیا ہے چاہئے تو یہ تھا کہ ۸۵ کے بعد سے احتساب شروع کیا جاتا لیکن عملاً ایسا نہیں کیا گیا۔

☆ : ملک میں فرقہ واریت اور کراچی میں فسادات کی جو نئی لہر اٹھی ہے آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ جبکہ ایم کیو ایم علیحدہ صوبہ چاہتی ہے کیا آپ اس کی حمایت کریں گے؟

○ : فرقہ واریت کی بنیادی وجہ مذہبی جماعتوں کا انتخابات میں حصہ لینا ہے کیونکہ الیکشن میں حصہ لینے والی جماعت اپنے اس اسلام کو اصلی اور دوسرے کے اسلام کو جعلی قرار دینے کی کوشش کرتی ہے ان فسادات کی اصل وجہ خارجی بھی ہے اس سلسلے میں ایک امریکی تجزیہ نگار نے لکھا ہے کہ دنیا میں کل بیس تہذیبیں تھیں جن میں سے ۱۴ ختم ہو چکی ہیں آٹھ میں سے چھ تہذیبیں بالکل بے ضرر ہیں یعنی امریکہ کو ان سے کوئی خطرہ نہیں لیکن دو تہذیبیں ایسی ہیں جن سے امریکہ کو شدید خطرہ لاحق ہے ایک اسلامی تہذیب اور دوسری کنفیوشس کی تہذیب یعنی چینی تہذیب۔ چنانچہ چین سے مسلمانوں کو دور کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کے مابین اختلافات کو ہوا دی جا رہی ہے۔ ہمارے ملک میں شیعہ سنی فسادات کو "را" اور "موساد" کے ایجنٹ ہوا دے رہے ہیں۔ اس فساد کو ختم کرنے کے لئے میری تجویز یہ ہے کہ مذہبی جماعتیں بنیادی چیز قرآن پر اپنی توجہ فوکس کرتے ہوئے الیکشن سے علیحدہ ہو جائیں۔ دوسرا شیعہ سنی اس فارمولے پر اتفاق کریں جو ایران میں خمینی نے طے کیا تھا کہ پبلک لاء اکثریتی فرقے کا بنایا جائے پرسنل لاء سب کے لئے ہو۔ شیعہ یہاں اقلیت میں ہیں' اس لئے یہاں پر سنی فقہ نافذ ہو سکتا ہے۔ ملک میں لسانی اور نسلی مسائل کو ختم کرنے کے لئے قوم کو اسلام سے ہی جوڑا جا سکتا ہے اس کے علاوہ میری تجویز یہ ہے کہ پاکستان میں پارلیمانی نظام کو ختم کر کے اسلام نافذ کیا جائے اور قوم کا تشخص مستحکم کیا جائے حقیقی صدارتی نظام لایا جائے جس میں صحیح فیڈریشن قائم ہو۔ میں شروع سے ون یونٹ کے خلاف ہوں میں اس لئے ملک کو چھوٹے چھوٹے صوبوں میں تقسیم کرنے کا حامی ہوں جن کو مکمل خود مختاری دی جائے اور ایک کروڑ کی آبادی کے لئے ایک صوبہ تشکیل دیا جائے اور چھوٹے صوبوں کی تشکیل میں جغرافیائی' نسلی' لسانی باتوں کو مدنظر رکھا جائے جس سے نسلی اور لسانی عصبیتوں کا خاتمہ ہو گا۔

اگر ون یونٹ کو ایمانداری سے چلایا جاتا تو آج پاکستان تقسیم نہ ہوتا۔ بدقسمتی سے ون یونٹ کا صدر مقام لاہور کو بنایا گیا جو بارڈر سے صرف ۱۴ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اس مقصد کے لئے ڈیرہ غازی خان سب سے بہترین مقام تھا کیونکہ یہاں چاروں تہذیبیں آ کر ملتی ہیں سرحد' بلوچستان' سندھ اور پنجاب کی حدیں یہاں آ کر ملتی ہیں اس لئے یہ بہترین صدر مقام ہو سکتا تھا۔

☆ : آپ انتخابی سیاست نہیں اپنا رہے' تبدیلی لانے کے لئے تحریک خلافت کیا پروگرام رکھتی ہے؟

○ : ہمارا مقصد ملک کا نظام بدلنا ہے اس لئے ہم انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لے رہے کیونکہ انتخابی سیاست سے آپ نظام نہیں بدل سکتے نظام چلانے کے لئے انتخابات ضروری ہیں جبکہ نظام بدلنے کے لئے انقلاب کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ انقلاب اب تلوار یا بندوق کے ذریعے نہیں آ سکتا' اس سلسلے میں ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ سب سے پہلے نظریہ پھر دعوت اور پھر تنظیم اور اس کے بعد وہی ہو گا جو چودہ سو سال پہلے ہوا تھا یعنی پہلے ہم خود اسلام پر عمل پیرا ہوں اس کے بعد لوگوں کو دعوت دیں اسلام پر عمل پیرا ہونے کے بعد ان تمام لوگوں کو منظم کیا جائے' تب انقلاب آئے گا ہجرت کے دس سال گزارنے کے بعد نبی کریم ﷺ اپنی پوری طاقت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ آج مسلح بغاوت اس لئے ممکن نہیں کہ جاگیرداروں کی حکومت ہے ان کے پاس سب کچھ موجود ہے غیر مسلح بغاوت سب سے پہلے گاندھی نے کی تھی "عدم تشدد" کی بنیاد رکھ کر بعد میں انقلاب ایران کے موقع پر خمینی نے اس پر عمل کیا۔

☆ : اسلام میں عورت کی حکمرانی جائز ہے یا ناجائز؟

○ : عورت کی حکمرانی اسلام میں مطلق حرام نہیں لیکن مکروہ ہے یعنی بہت زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں رضیہ سلطانہ نے کٹر مذہبی لوگوں یعنی بلبن اور قطب الدین ایبک وغیرہ کے ہوتے ہوئے سلطنت پر حکمرانی کی لیکن اس کی وجوہات دوسری تھیں۔ عورت اور مرد کے مابین کام کی تقسیم ہو چکی ہے۔ عورت کو سب سے اہم فریضہ سونپا گیا ہے یعنی قوم کا مستقبل عورت کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کاروبار کر سکتی ہے' نوکری کر سکتی ہے لیکن مخلوط تعلیم جائز نہیں۔ ملک میں کالج تک تو علیحدہ علیحدہ تعلیمی ادارے ہیں لیکن یونیورسٹی میں جا کر تعلیم ایک ہو جاتی ہے۔ خواتین کی علیحدہ یونیورسٹی کا قیام بھی ہماری کوشش ہے۔ ایران میں خواتین کے لئے علیحدہ تعلیمی ادارے موجود ہیں۔ ہسپتال بھی علیحدہ ہونے چاہئیں۔ مردوں کے لئے مرد ڈاکٹر اور عورتوں کے لئے عورت ڈاکٹر ہوں جبکہ یہاں عجیب دستور ہے ضیاء الحق نے PIA میں شراب بند کر دی میں نے کہا کہ شراب تو آپ نے بند کر دی ہے خواتین ایئر ہوسٹس بھی بند کروائیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے' ضیاء الحق دراصل عورتوں سے خائف تھے۔

☆ : افغانستان میں طالبان حکومت کے قیام بعد وہاں پر ڈاکٹر نجیب کا قتل' خواتین کو گھروں تک محدود رکھنا اور داڑھی کو لازم قرار دینے کے اقدامات کیا آپ کے خیال میں درست ہیں؟

○ : طالبان نے کچھ اچھے اور کچھ برے کام بھی کئے ہیں' ان کی وجہ سے افغانستان کے تین چوتھائی حصہ میں امن و امان قائم ہو چکا ہے اور جن لوگوں نے طالبان کے خلاف متحدہ محاذ بنایا ہوا ہے وہ خود روس کے انخلاء کے بعد آپس میں لڑپڑے جس کی وجہ سے طالبان تحریک ایک تھرڈ فورس کے طور پر ابھری اور تمام لوگوں سے ہتھیار جمع کرنا شروع کر دیئے جو ان کی ایک بڑی کامیابی تصور کی جاتی ہے۔ روس کے خلاف جہاد کرنے والے روس کے جانے کے بعد آپس میں دست و گریبان ہو گئے۔ ان حالات میں طالبان نے آ کر افغانستان میں قیام امن کے لئے جو عملی اقدامات کئے وہ قابل تحسین ہیں۔ جہاں تک ان کی انتہا پسندی کا تعلق تو ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ انقلاب ایران کے شروع میں بھی انتہا پسندی اختیار کی گئی تھی' تعلیمی ادارے بند کر دیئے تھے اور کئی سالوں تک ایران میں یونیورسٹیاں بند رہیں کیونکہ مخلوط تعلیم اسلام کے خلاف ہے جس کے لئے کچھ عرصہ تعلیمی اداروں کو بند کرنا کوئی برا کام نہیں ہے' لیکن جہاں تک داڑھی کا تعلق ہے تو اس معاملے میں طالبان حد سے تجاوز کر رہے ہیں کیونکہ داڑھی فرض نہیں ہے۔ بہرحال طالبان نے افغانستان میں ایک مذہبی حکومت قائم کی ہے جس طرح ایران میں شیعہ علماء کی حکومت ہے۔ طالبان کی وجہ سے افغانستان کے بڑے حصے میں امن قائم ہوا ہے اس کے علاوہ ان کے کئی ایسے اقدامات ہیں جن کی وجہ سے ہم ان کی حمایت کرتے ہیں۔

☆ : صوبہ سرحد میں چند جماعتوں نے اسلام کے نفاذ کے لئے عملی کوششیں بھی کیں آپ کا کیا خیال ہے وہ اس میں کامیاب ہو جائیں گی یا آگے چل کر ان کا مستقبل کیا ہو گا؟

○ : تحریک نفاذ "شریعت محمدی" کے بعض اقدامات سے منفی اثرات مرتب ہوں گے مثلاً انہوں نے الیکشن میں حصہ لینا حرام قرار دیا اگر آپ اس قسم کا کوئی فتویٰ دیتے ہیں تو دوسرے علماء سے مشورہ کریں۔ صوفی محمد سے میری بات ہوئی میں نے کہا آپ علاقے کے بجائے نفاذ شریعت کی ملک گیر تحریک چلائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں مالاکنڈ سے باہر نہیں جاؤں گا اس کے علاوہ ناکامی کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ وہ پورے دین کی بات نہیں کرتے چند قوانین کی بات کرتے ہیں۔ ان کی جماعت میں تنظیم نہیں ہے یعنی ان کے امیر کو معلوم ہی نہیں کہ فائرنگ کس نے شروع کی

کیا مسلم قومیت کا نظریہ اب بھی زندہ ہے؟

ہم نے قومی سطح پر سقوط مشرقی پاکستان کے مہلک سانحے کو ہضم کر کے اس کی یاد کو دلوں سے کھرچ دیا ہے!

مسلم قومیت کا نظریہ انوکھا اور انقلاب خیز تھا تو قائداعظم کی شخصیت بھی مثالی کردار کی حامل تھی

اب تک ملک توڑنے والوں کو منظر عام پر کیوں نہیں لایا گیا؟

معروف صحافی جناب زیڈ اے سلہری کے فکر انگیز خیالات' جن میں غور و فکر کا وافر سامان موجود ہے

یہ یادگار سال ہے یہ حساب کتاب کا سال ہے' ہم نے اپنی آزادی سے کیا استفادہ کیا؟ ہم سے کس غلطی کا ارتکاب ہوا؟ ان سوالوں کو اٹھانے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔

آزادی ہمیں آسانی سے نہیں مل گئی' اگرچہ مسلمان اور ہندو ہمیشہ سے الگ الگ منفرد اکائیاں تھیں لیکن اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایک ہزار سال تک ایک ہی جغرافیائی محل وقوع میں نشوونما پاتی تھیں' مزید برآں' انگریزوں نے جدید ذرائع مواصلات کو استعمال میں لا کر اس علاقے کی جسمانی' انتظامی اور اقتصادی وحدت کو اس قدر مضبوط بنا دیا تھا کہ وہ ایک ناقابل تقسیم ملک نظر آتا تھا' انگریزوں کا منصوبہ تھا کہ جب ان کی مراجعت کا وقت آئے تو پورے کا پورا برصغیر ہندوؤں کو منتقل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسی سیاسی اصلاحات رائج کیں اور ایسے ادارے قائم کئے جن کا مقصد جمہوریت کے نام پر اکثریتی یعنی ہندو راج قائم کرنا تھا۔ انگریز ہندو راج یوں قائم کرنا چاہتے تھے کہ انہیں مسلمانوں کے خلاف عصبیت تھی۔ اول تو انہوں نے برصغیر کا تحکم مسلمانوں سے چھینا تھا' دوسرے وہ اب تک صلیبی جنگوں کی دشمنی اپنے دلوں میں پال رہے تھے۔ مسلمانوں کے خلاف عصبیت کا شرمناک مظاہرہ تب ہوا جب جنگ عظیم دوم کے بعد وہ ایک طرف مطالبہ پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے اور دوسری طرف مسلم فلسطین کو تقسیم کر کے یورپ سے یہودی مہاجرین کے لئے اسرائیل کی بنیاد رکھ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کو ہندو اکثریت کا اسی طرح مطیع اور رقیدی بنانا چاہتے تھے جس طرح روسیوں نے وسط ایشیا کے مسلمانوں کو بنا رکھا تھا۔ سرسید نے انگریزوں کے ارادوں کو خوب بھانپ رکھا تھا اور اسی لئے انہوں نے انگریزوں کی سیاسی اصلاحات کی فوری اور پرزور مخالفت کی۔

اس سے معلوم ہو گا کہ انگریز اول دن سے ہندوؤں کو اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے۔ اگر تاریخی پس منظر میں دیکھیں تو برصغیر میں انگریزوں کے قیام کی اس سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں کہ انہوں نے مسلمانوں سے اقتدار چھین کر ہندوؤں کے ہاتھوں تھما دیا۔ برصغیر کی مضبوط وحدانی مملکت میں برطانوی استعمار کے تمکن کے تحت اکثریتی راج کے اصول کا اطلاق مسلمانوں کو مستقل اپاہج بنانے کے سوا کچھ نہ ہو سکتا تھا' اور چونکہ سیاسی اصلاحات کی شکل و صورت اور رفتار کا دارومدار انگریزوں کی قوت و مدت تحکم پر تھا۔ لہٰذا مسلمانوں کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو اقلیت تسلیم کر لیں۔ ان کی کارگزاریوں کا دائرہ اپنے لئے تحفظات کے حصول تک محدود تھا۔ وہ کبھی انگریزوں کی طرف رجوع کرتے اور ان سے مراعات طلب کرتے (چنانچہ انہیں جداگانہ طرز انتخاب کا حق ملا) یا پھر ہندو کانگریس سے اپنے مستقبل کے لئے کچھ سودے بازی کرتے' جب کہ ہندوؤں کی نظریں انگریزوں سے راج حاصل کرنے پر گڑی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کی نگاہیں دفاعی منصوبہ بندی پر اس امید میں مرکوز تھیں کہ انگریز غیر متعین عرصے برصغیر کا حکمران رہے گا' بالفاظ دیگر جبکہ ہندو سیاست اس یقین پر پروان چڑھ رہی تھی کہ جلد یا بدیر اقتدار ہندوؤں کو ملے گا' مسلمان اس موہوم خیال پر جی رہے تھے کہ تیسری طاقت ان کے حقوق کی حفاظت کرے گی۔ یہاں ہندوؤں کی پرشکوہ آرزوؤں اور مسلمانوں کی یاس انگیز کیفیت میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔

تو سوال ہے کہ پاکستان کا معجزہ کس طرح وقوع پذیر ہوا؟۔ گردوپیش کے حالات کے مدنظر پاکستان کا ظہور واقعی معجزہ تھا۔ دراصل یہ قائداعظم کی نگاہ دوربین کا کمال تھا کہ ان پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ دوسری عالمی جنگ کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ انگریز جنگ جیتے یا ہارے' اب اس کی سلطنت قائم نہیں رہ سکتی اور برصغیر اس کے ہاتھوں سے نکل جائے گا اور اگر ایسا ہوا تو مسلمانوں کا کیا ہو گا؟ اب وہ تیسری طاقت پر بھروسہ نہ کر سکیں گے' انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا پڑے گا۔ دراصل مستقبل کا یہ تصور مسلمانوں کے لئے دعوت عمل تھا اور اگر وہ اس دعوت پر کان نہ دھریں تو غلامی یعنی ہندوؤں کی غلامی ان کی تقدیر بن سکتی تھی' لیکن قائداعظم نے تہیہ کر لیا تھا کہ ان کی قوم اس المیے سے دوچار نہ ہو گی۔ چنانچہ انہوں نے سخت غیر مصائب حالات میں مسلمانوں کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔ انہوں نے مسلم لیگ کے ممولے کو انگریز اور ہندوؤں کے شہبازوں سے لڑوا دیا۔ ایک طرف سو سال سے جانشینی کا خواب دیکھنے والے تھے تو دوسری طرف ابھی خواب گراں خیز سے آنکھیں ملتے ہوئے اٹھنے والی ناعاقبت اندیش قوم تھی۔ یہ اس کی قسمت تھی کہ اسے سالار اعلیٰ ایسا ملا جو شاہینی صفات سے متصف تھا' اس کی تیز نگاہ سے دشمن کی کوئی چال مخفی نہ رہ سکتی تھی۔ قائداعظم نے قیادت کا ایسا حق ادا کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

قائداعظم نے وہ موقف اختیار کیا جس سے ہر کوئی آشنا تھا لیکن اسے پہچاننے کی قدرت نہ رکھتا تھا۔ قائداعظم نے مسلم قومیت کا نعرہ لگایا' انہوں نے دعویٰ کیا کہ مسلمان ہندوؤں سے الگ قوم ہیں اور وہ بحیثیت منفرد قوم' اپنے اکثریتی علاقوں میں حق خود اختیاری استعمال کرنے کے مجاز ہیں۔ اب قائد نے مسلم قومیت ایجاد نہ کی بلکہ وہ پہلے ہی سے موجود اور قائم تھی۔ انگریزوں اور ہندوؤں نے اعتراض کیا کہ مذہب قومیت کی بنا نہیں بن سکتا' لیکن مسلم قومیت صرف اسلام سے عبارت نہ تھی' مسلم قومیت نام تھا مسلمانوں کی اس جسد سیاست کا جو برصغیر میں ایک ہزار سال میں اپنے جوبن پر پہنچی تھی۔ یہ

اسلام کا کمال ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں پر ایسا گہرا اثر مرتب کرتا ہے کہ خواہ سوسائٹی کتنی ہی مخلوط کیوں نہ ہو' مسلمانوں کی انفرادیت کی شان قائم رہتی ہے۔ اور جیسا کہ قائداعظم نے فرمایا: "ہم دس کروڑ کی قوم ہیں" مزید برآں ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کا اپنا مخصوص ثقافتی اور تہذیبی اثاثہ ہے۔ ہماری زبان اور ہمارا ادب مختلف ہے' ہمارا اپنا آرٹ ہے' اپنا فن تعمیر ہے' ہمارے اپنے قوانین ہیں اور اپنی اخلاقی اقدار ہیں۔ ہمارے اپنے رسم و رواج ہیں اور اپنا کیلنڈر ہے' ہماری اپنی تاریخ ہے اور اپنی روائتیں ہیں' ہماری اپنی امنگیں اور انداز عمل ہے' زندگی کا اور زندگی پر ہمارا اپنا نقطہ نگاہ ہے۔ بے شک یہ گوناگوں عوامل ہماری قومی زندگی کا لبادہ بنتے ہیں' ہر بین الاقوامی قانون کی نظر میں ہم مکمل قوم ہیں۔

مسلم قومیت مسلمانوں یعنی برصغیر میں ہزار سالہ بود و باش کا خزینہ تھی۔ جب تک انگریز کی بظاہر غیر جانبداریت سے اسے کسی خطرے کا سامنا نہ تھا۔ مسلمانوں کو اس کا احساس نہ تھا لیکن جونہی یہ بات اجاگر ہوئی کہ انگریز کے جانے کے دن قریب آ گئے ہیں تو انہیں اپنی خود حفاظتی تدبیروں پر سوچنا پڑا۔ ایک چیز صاف تھی' مسلمانوں اور ہندوؤں کے رستے جدا تھے' مشکل یہ تھی کہ پچھلی ایک صدی سے انگریز راج کے تحت وہ ایک ہی رستے پر چل رہے تھے۔ جمہوریت بھی منظور تھی اور ہندو اکثریت اور مسلم اقلیت بھی مسلمہ حقیقتیں سمجھی جا رہی تھیں۔ اس رستے سے الگ ہونا آسان نہ تھا' خود قائداعظم مسلم ہندو اتحاد کے سفیر جانے جاتے تھے۔ اس رستے سے مڑنا بڑی اولوا العزمی کا کام تھا' انگریزوں اور ہندوؤں دونوں سے نبرد آزما ہونا پڑتا تھا لیکن قائداعظم کو دو حقائق پر عین الیقین حاصل ہو چکا تھا۔ ایک یہ مسلم ہندو تہذیبیں جڑ نہیں سکتی' اکثریت اقلیت کے لئے تباہ کن ثابت ہو گی۔ دوسرے اب انگریز برصغیر میں مزید ٹھہر نہیں سکتا' اپنا حق لینے کے لئے اس کا ذریعہ آزادی کے سوا کچھ نہیں۔ مسلمانوں کو لڑنا پڑے گا اور لڑنے کے لئے وقت تھوڑا ہے۔ ہندو عشروں سے جانشینی کا انتظار کر رہے تھے' لیکن مسلمانوں کی آزاد منزل ۱۹۴۰ء میں متعین ہوئی۔ مسلم قومیت کی ناقابل تردید حقیقت اور قائداعظم کی ایمان آفریں قیادت اس قدر موثر ثابت ہوئی کہ سات سال میں پاکستان منصہ شہود پر ظہور پذیر ہو گیا۔ مسلم قومیت کے اعلان نے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگا دیا اور انہیں اپنی فراموش کردہ شخصیت کا احساس ہوا۔ خود آگاہی نے انہیں اپنی آزادی کا طالب بنا دیا اور وہ جوق در جوق مسلم لیگ کے پلیٹ فارم کے گرد جمع ہو گئے۔ جب قوم کے سامنے منزل رکھ دی جاتی ہے تو پھر اس کا قبلہ درست ہو جاتا ہے۔ مسلم قومیت کا نظریہ ایسا طلسم تھا جس کے اندر "لاتذر" کی بجلی بھری ہوئی تھی۔ قائداعظم نے مسلم قومیت کی ایسی جامع تعریف فرمائی تھی کہ اکثریتی ہندو صوبوں کے مسلمانوں اور اکثریتی مسلمان صوبوں کے مسلمان دونوں ایک ہی جذبے اور کیفیت سے سرشار تھے۔ حالانکہ اول الذکر مسلمانوں کو پاکستان میں شامل ہونے کی توقع نہ تھی۔ قائد نے مسلمانان برصغیر کو ایک غیر منقسم اکائی میں پرو دیا تھا۔ مسلم قومیت کا یہ تصور کسی اور مسلمان لیڈر کے ذہن میں نہ آیا تھا۔ برصغیر کے مسلمانوں کا احساس وحدت دیکھنے والا تھا' اب مسلمانوں سے احساس کمتری جاتا رہا تھا۔ اب ہر طرف پاکستان کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ مسلمانوں کے جوش و خروش نے ہر سیاسی پیش رفت کو ماند کر کے رکھ دیا تھا۔ اتنے قلیل عرصے میں اتنی عظیم الشان تحریک کے ابھار نے دنیا کو دنگ کر دیا تھا۔ مسلم قومیت نے مسلمانوں کی قسمت بدل کر رکھ دی تھی' اب انہیں اپنی منزل آسمانوں میں نظر آ رہی تھی۔

جہاں مسلمان تحریک پاکستان میں گرم جوش تھے وہاں ہندوؤں اور انگریزوں نے اپنا گٹھ جوڑ بنا لیا تھا۔ ہندوؤں کو غصہ تھا کہ کوئی اور برصغیر میں جسے وہ بلا شرکت غیرے اپنی ملکیت سمجھتے تھے' دخل دے اور حصہ دار بنے! جہاں تک انگریزوں کا تعلق تھا' ان کی مخالفت کی وجوہ اور تھیں۔ مطالبہ پاکستان سے انگریزوں کے بعد از جنگ منصوبوں کو زک پہنچتی تھی۔ بظاہر وہ یہ موقف اختیار کرتے تھے کہ مذہب کا قومیت سے کیا تعلق؟ (اور انہیں یہ کہنے کا حق بھی تھا کہ دور حاضر میں قومیت کا اصول مغرب کی ہی پیداوار تھا) لیکن دراصل ظہور پاکستان سے ان کے منصوبوں کا خاتمہ ہوتا تھا۔ اولاً انگریز یہ نہ چاہتے تھے کہ دس کروڑ مسلمانوں کو مشرق وسطیٰ میں جہاں ان کے بہت سے مفادات وابستہ تھے' ایک آزاد قوم کی حیثیت حاصل ہو۔ چونکہ گاندھی اس امر پر راضی تھا کہ ہندوستان برطانوی کامن ویلتھ میں شامل رہے جس کا مطلب تھا کہ فوجی اور خارجہ امور انگریزوں کی تحویل میں رہیں گے' دونوں ملک مل کر علاقے کے مسلمان ملکوں پر اپنا تسلط قائم کر سکیں گے۔ لیکن اگر پاکستان بن گیا تو نہ صرف مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو گا بلکہ ہندوستان میں بھی انگریزوں کے پاؤں نہ جم سکیں گے کہ پھر وہ بھی آزاد ہونے پر مصر ہو گا۔ یہاں یہ نکتہ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو گاندھی' برطانیہ سکیم کے تحت برصغیر کبھی مطلقاً آزاد نہ ہوتا۔

اگر نظریہ مسلم قومیت مسلمانوں کی قسمت بدلنے کا عامل و محرک تھا تو تحریک آزادی کی کامیابی کا سہرا قائداعظم کی قیادت بے مثال کے سر ہے۔ وہ نہ صرف قانون اور سیاست کے بدرجہ اتم ماہر تھے بلکہ وہ کردار کے کھرے تھے اور ان کے دشمن بھی یہ بات ماننے پر مجبور تھے کہ وہ ہر قسم کی کرپشن سے بالا تھے۔ وہ قول کے پکے اور سچے تھے' ان کی شخصی و سیاسی عظمت میں ایک آنچ کی بھی کسر ہوتی تو پاکستان نہ بنتا۔ اگر مسلم قومیت کا نظریہ انوکھا اور انقلاب خیز تھا تو قائداعظم کی شخصیت بھی بے مثل تھی' انہوں نے برصغیر کی سیاست کے تمام مدوجزر دیکھے تھے' دراصل قائداعظم سخت حریت پسند تھے۔ انہوں نے اس لئے کانگریس کی رکنیت حاصل کی کہ انہیں خیال تھا کہ وہ آزادی کی طلب گار ہے۔ ان دنوں کانگریس میں ایسے زعماء بھی شامل تھے جن سے توقع تھی کہ برصغیر کی آزادی کے لئے مخلص ہیں اور بشمول مسلمان ہر ایک طبقے سے برابری کی سطح پر حصول آزادی کے لئے کوشاں ہیں۔ قائداعظم جانتے تھے کہ مسلمان اور ہندو الگ الگ وحدتیں ہیں لیکن ان کا موقف تھا کہ جب تک دونوں اکٹھے ہو کر کھڑے نہ ہوں گے انگریزوں سے گلو خلاصی نہیں ہو سکتی تھی۔ کانگریس میں شمولیت کا یہ مطلب نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے حقوق و خدشات سے غافل تھے۔ وہ ہمیشہ مسلم لیگ کے لیڈروں سے ملتے رہتے اور دسمبر ۱۹۱۲ء میں اس جماعت میں شامل بھی ہو گئے۔ ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے کانگریس لکھنؤ پیکٹ کیا جس کی رو سے مسلمانوں کو بحیثیت قوم کے تسلیم کیا گیا۔ گاندھی کے آنے بعد صورتحال بالکل بدل گئی اور کانگریس پر کٹر ہندو ذہنیت کا ایسا تسلط جما کہ قائداعظم کے خیال کو کہ دونوں قومیں اکٹھے ہو کر آزادی حاصل کر سکیں گی سخت دھچکا پہنچا۔ گو بالاخر برصغیر کو آزادی مسلم لیگ اور کانگریس کے سمجھوتے سے ہی حاصل ہوئی لیکن اب سمجھوتہ برصغیر کے بٹوارے پر ہوا' یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ فیصلہ کن بحران کے وقت انہیں ایسا قائد ملا جس نے ان کی ڈگمگاتی کشتی کو سلامتی کے کنارے لگایا۔ قائداعظم کی کامیابی کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی' دنیا کا کوئی ملک محض نظریاتی بنا پر اور دستوری طریقوں سے معرض وجود میں نہیں لایا گیا۔

اب اگر آپ معلوم کرنا چاہیں کہ پچاس سال میں پاکستان کو کیا عارضہ لاحق ہو گیا؟ تو اس کا جواب نظریہ مسلم قومیت کی تشخیص میں ہے۔ کیا وہ زندہ و تابندہ ہے؟۔ کیا وہ نظریہ اب بھی جاری ساری ہے' جس نے ہمیں غلاموں کی صف سے اٹھا کر آزادوں کی ہم نشینی بخشی؟۔ ان سوالوں کا جواب نفی میں ملے گا۔ اب سرکاری طور پر یا غیر سرکاری طور پر مسلم قومیت کے نظریئے کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ گولڈن جوبلی کی تقریبات کے پروگرام میں مسلم قومیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکلی۔ کمیٹی مختلف انواع کے میلوں

اسلام کا کمال ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں پر ایسا گہرا اثر مرتب کرتا ہے کہ خواہ سوسائٹی کتنی ہی مخلوط کیوں نہ ہو' مسلمانوں کی انفرادیت کی شان قائم رہتی ہے۔ اور جیسا کہ قائداعظم نے فرمایا: "ہم دس کروڑ کی قوم ہیں" مزید برآں ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کا اپنا مخصوص ثقافتی اور تہذیبی اثاثہ ہے۔ ہماری زبان اور ہمارا ادب مختلف ہے' ہمارا اپنا آرٹ ہے' اپنا فن تعمیر ہے' ہمارے اپنے قوانین ہیں اور اپنی اخلاقی اقدار ہیں۔ ہمارے اپنے رسم و رواج ہیں اور اپنا کیلنڈر ہے' ہماری اپنی تاریخ ہے اور اپنی روائتیں ہیں' ہماری اپنی امنگیں اور انداز عمل ہے' زندگی کا اور زندگی پر ہمارا اپنا نقطہ نگاہ ہے۔ بے شک یہ گوناگوں عوامل ہماری قومی زندگی کا لبادہ بنتے ہیں' ہر بین الاقوامی قانون کی نظر میں ہم مکمل قوم ہیں۔

مسلم قومیت مسلمانوں یعنی برصغیر میں ہزار سالہ بود و باش کا خزینہ تھی۔ جب تک انگریز کی بظاہر غیر جانبداریت سے اسے کسی خطرے کا سامنا نہ تھا۔ مسلمانوں کو اس کا احساس نہ تھا لیکن جونہی یہ بات اجاگر ہوئی کہ انگریز کے جانے کے دن قریب آ گئے ہیں تو انہیں اپنی خود حفاظتی تدبیروں پر سوچنا پڑا۔ ایک چیز صاف تھی' مسلمانوں اور ہندوؤں کے رستے جدا تھے' مشکل یہ تھی کہ پچھلی ایک صدی سے انگریز راج کے تحت وہ ایک ہی رستے پر چل رہے تھے۔ جمہوریت بھی منظور تھی اور ہندو اکثریت اور مسلم اقلیت بھی مسلمہ حقیقتیں سمجھی جا رہی تھیں۔ اس رستے سے الگ ہونا آسان نہ تھا' خود قائداعظم مسلم ہندو اتحاد کے سفیر جانے جاتے تھے۔ اس رستے سے مڑنا بڑی اولوا العزمی کا کام تھا' انگریزوں اور ہندوؤں دونوں سے نبرد آزما ہونا پڑتا تھا لیکن قائداعظم کو دو حقائق پر عین الیقین حاصل ہو چکا تھا۔ ایک یہ مسلم ہندو تہذیبیں جڑ نہیں سکتی' اکثریت اقلیت کے لئے تباہ کن ثابت ہو گی۔ دوسرے اب انگریز برصغیر میں مزید ٹھہر نہیں سکتا' اپنا حق لینے کے لئے اس کا ذریعہ آزادی کے سوا کچھ نہیں۔ مسلمانوں کو لڑنا پڑے گا اور لڑنے کے لئے وقت تھوڑا ہے۔ ہندو عشروں سے جانشینی کا انتظار کر رہے تھے' لیکن مسلمانوں کی آزاد منزل ۱۹۴۰ء میں متعین ہوئی۔ مسلم قومیت کی ناقابل تردید حقیقت اور قائداعظم کی ایمان آفریں قیادت اس قدر موثر ثابت ہوئی کہ سات سال میں پاکستان منصہ شہود پر ظہور پذیر ہو گیا۔ مسلم قومیت کے اعلان نے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگا دیا اور انہیں اپنی فراموش کردہ شخصیت کا احساس ہوا۔ خود آگاہی نے انہیں اپنی آزادی کا طالب بنا دیا اور وہ جوق در جوق مسلم لیگ کے پلیٹ فارم کے گرد جمع ہو گئے۔ جب قوم کے سامنے منزل رکھ دی جاتی ہے تو پھر اس کا قبلہ درست ہو جاتا ہے۔ مسلم قومیت کا نظریہ ایسا طلسم تھا جس کے اندر "لاتـذر" کی بجلی بھری ہوئی تھی۔ قائداعظم نے مسلم قومیت کی ایسی جامع تعریف فرمائی تھی کہ اکثریتی ہندو صوبوں کے مسلمانوں اور اکثریتی مسلمان صوبوں کے مسلمان دونوں ایک ہی جذبے اور کیفیت سے سرشار تھے۔ حالانکہ اول الذکر مسلمانوں کو پاکستان میں شامل ہونے کی توقع نہ تھی۔ قائد نے مسلمانان برصغیر کو ایک غیر منقسم اکائی میں پرو دیا تھا۔ مسلم قومیت کا یہ تصور کسی اور مسلمان لیڈر کے ذہن میں نہ آیا تھا۔ برصغیر کے مسلمانوں کا احساس وحدت دیکھنے والا تھا' اب مسلمانوں سے احساس کمتری جاتا رہا تھا۔ اب ہر طرف پاکستان کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ مسلمانوں کے جوش و خروش نے ہر سیاسی پیش رفت کو ماند کر کے رکھ دیا تھا۔ اتنے قلیل عرصے میں اتنی عظیم الشان تحریک کے ابھار نے دنیا کو دنگ کر دیا تھا۔ مسلم قومیت نے مسلمانوں کی قسمت بدل کر رکھ دی تھی' اب انہیں اپنی منزل آسمانوں میں نظر آ رہی تھی۔

جہاں مسلمان تحریک پاکستان میں گرم جوش تھے وہاں ہندوؤں اور انگریزوں نے اپنا گٹھ جوڑ بنا لیا تھا۔ ہندوؤں کو غصہ تھا کہ کوئی اور برصغیر میں جسے وہ بلا شرکت غیرے اپنی ملکیت سمجھتے تھے' دخل دے اور حصہ دار بنے! جہاں تک انگریزوں کا تعلق تھا' ان کی مخالفت کی وجوہ اور تھیں۔ مطالبہ پاکستان سے انگریزوں کے بعد از جنگ منصوبوں کو زک پہنچتی تھی۔ بظاہر وہ یہ موقف اختیار کرتے تھے کہ مذہب کا قومیت سے کیا تعلق؟ (اور انہیں یہ کہنے کا حق بھی تھا کہ دور حاضر میں قومیت کا اصول مغرب کی ہی پیداوار تھا) لیکن دراصل ظہور پاکستان سے ان کے منصوبوں کا خاتمہ ہوتا تھا۔ اولاً انگریز یہ نہ چاہتے تھے کہ دس کروڑ مسلمانوں کو مشرق وسطیٰ میں جہاں ان کے بہت سے مفادات وابستہ تھے' ایک آزاد قوم کی حیثیت حاصل ہو۔ چونکہ گاندھی اس امر پر راضی تھا کہ ہندوستان برطانوی کامن ویلتھ میں شامل رہے جس کا مطلب تھا کہ فوجی اور خارجہ امور انگریزوں کی تحویل میں رہیں گے' دونوں ملک مل کر علاقے کے مسلمان ملکوں پر اپنا تسلط قائم کر سکیں گے۔ لیکن اگر پاکستان بن گیا تو نہ صرف مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو گا بلکہ ہندوستان میں بھی انگریزوں کے پاؤں نہ جم سکیں گے کہ پھر وہ بھی آزاد ہونے پر مصر ہو گا۔ یہاں یہ نکتہ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو گاندھی' برطانیہ سکیم کے تحت برصغیر کبھی مطلقاً آزاد نہ ہوتا۔

اگر نظریہ مسلم قومیت مسلمانوں کی قسمت بدلنے کا عامل و محرک تھا تو تحریک آزادی کی کامیابی کا سہرا قائداعظم کی قیادت بے مثال کے سر ہے۔ وہ نہ صرف قانون اور سیاست کے بدرجہ اتم ماہر تھے بلکہ وہ کردار کے کھرے تھے اور ان کے دشمن بھی یہ بات ماننے پر مجبور تھے کہ وہ ہر قسم کی کرپشن سے بالا تھے۔ وہ قول کے پکے اور سچے تھے' ان کی شخصی و سیاسی عظمت میں ایک آنچ کی بھی کسر ہوتی تو پاکستان نہ بنتا۔ اگر مسلم قومیت کا نظریہ انوکھا اور انقلاب خیز تھا تو قائداعظم کی شخصیت بھی بے مثل تھی' انہوں نے برصغیر کی سیاست کے تمام مدوجزر دیکھے تھے' دراصل قائداعظم سخت حریت پسند تھے۔ انہوں نے اس لئے کانگریس کی رکنیت حاصل کی کہ انہیں خیال تھا کہ وہ آزادی کی طلب گار ہے۔ ان دنوں کانگریس میں ایسے زعماء بھی شامل تھے جن سے توقع تھی کہ برصغیر کی آزادی کے لئے مخلص ہیں اور بشمول مسلمان ہر ایک طبقے سے برابری کی سطح پر حصول آزادی کے لئے کوشاں ہیں۔ قائداعظم جانتے تھے کہ **مسلمان اور ہندو الگ الگ وحدتیں ہیں** لیکن ان کا موقف تھا کہ جب تک دونوں اکٹھے ہو کر کھڑے نہ ہوں گے انگریزوں سے گلو خلاصی نہیں ہو سکتی تھی۔ کانگریس میں شمولیت کا یہ مطلب نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے حقوق و خدشات سے غافل تھے۔ وہ ہمیشہ مسلم لیگ کے لیڈروں سے ملتے رہتے اور دسمبر ۱۹۱۲ء میں اس جماعت میں شامل بھی ہو گئے۔ ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے کانگریس لکھنؤ پیکٹ کیا جس کی رو سے مسلمانوں کو بحیثیت قوم کے تسلیم کیا گیا۔ گاندھی کے آنے بعد صورتحال بالکل بدل گئی اور کانگریس پر کٹر ہندو ذہنیت کا ایسا تسلط جما کہ قائداعظم کے خیال کو کہ دونوں قومیں اکٹھے ہو کر آزادی حاصل کر سکیں گی سخت دھچکا پہنچا۔ گو بالآخر برصغیر کو آزادی مسلم لیگ اور کانگریس کے سمجھوتے سے ہی حاصل ہوئی لیکن اب سمجھوتہ برصغیر کے بٹوارے پر ہوا' یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ فیصلہ کن بحران کے وقت انہیں ایسا قائد ملا جس نے ان کی ڈگمگاتی کشتی کو سلامتی کے کنارے لگایا۔ قائداعظم کی کامیابی کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی' دنیا کا کوئی ملک محض نظریاتی بنا پر اور دستوری طریقوں سے معرض وجود میں نہیں لایا گیا۔

اب اگر آپ معلوم کرنا چاہیں کہ پچاس سال میں پاکستان کو کیا عارضہ لاحق ہو گیا؟ تو اس کا جواب نظریہ مسلم قومیت کی تشخیص میں ہے۔ کیا وہ زندہ و تابندہ ہے؟۔ کیا وہ نظریہ اب بھی جاری ساری ہے' جس نے ہمیں غلاموں کی صف سے اٹھا کر آزادوں کی ہم نشینی بخشی؟۔ ان سوالوں کا جواب نفی میں ملے گا۔ اب سرکاری طور پر یا غیر سرکاری طور پر مسلم قومیت کے نظریئے کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ گولڈن جوبلی کی تقریبات کے پروگرام میں مسلم قومیت کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکلی۔ کمیٹی مختلف انواع کے میلوں

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی امریکہ میں دعوتی و تحریکی سرگرمیاں

ایک مختصر جائزہ ـــــ مرسلہ : مہان مرزا / عبدالمجید بٹ

ہفتہ 26 جولائی

مسجد الرحمٰن' اسلامک سوسائٹی بالٹی مور میں شام ساڑھے چھ تا ساڑھے آٹھ بجے اقامت دین کی جدوجہد کے موضوع پر خطاب ہوا۔ حاضرین میں پاکستانی' ہندوستانی' امریکی' عرب اور افریقی خواتین و مرد شامل تھے۔ آپ نے کہا کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ دین جب مغلوب ہوتا ہے تو وہ مذہب بن جاتا ہے چنانچہ مسلمانوں پر یہ لازم کیا گیا ہے کہ دین کو دین کی سطح پر رکھیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے باطل کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں لہٰذا ہمارا شمار کافروں' ظالموں اور فاسقوں میں ہو گا جیسا کہ سورۂ مائدہ میں بیان ہوا ہے۔ لہٰذا مسلمان رہنے کے لئے اقامت دین کی جدوجہد ناگزیر ہے اس کے لئے جماعت کا قیام اور اس میں شمولیت شرط لازم ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے واضح کیا کہ اسلام کے پانچ ارکان کلمہ' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ ہیں۔

اتوار 27 جولائی

اسلامک کیمونٹی سنٹر' لارپل' میری لینڈ میں جناب امیر محترم نے "فلسفہ سیرت اور اقامت دین کا طریقہ کار" کے موضوع پر خطاب کیا۔ حاضرین میں پاکستانی' ہندوستانی' امریکی' افریقی اور عرب خواتین و مرد شامل تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے سورۂ فتح' الصف اور توبہ' تینوں میں وارد ہونے والی مشترک آیت کے حوالے سے آغاز کیا ترجمہ : "وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو ہدایت اور نظام عدل دے کر' تاکہ غالب کر دے اسے کل کے کل ادیان پر" چونکہ یہ خطاب سیرت کانفرنس کے زیر اہتمام تھا لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے یہ واضح کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصد بعثت کیا تھا؟۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نبیؐ نے نوع انسانی کا عظیم ترین انقلاب برپا کیا۔ ایک ایسا انقلاب جس میں یہ دیکھنے کی بجائے کہ کیا تبدیلی واقع ہوئی یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ کیا شے تبدیل نہیں ہوئی۔ لہٰذا نبیؐ کی امت ہونے کے ناطے ہمارا اولین اور اہم ترین فرض پوری دنیا پر اسلام کے غلبے کی جدوجہد ہے اور اس جدوجہد کے لئے ہمیں طریقہ کار سیرت سے لینا ہو گا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے سیرت سے ماخوذ انقلابی عمل کے 6 مراحل بیان کئے یعنی 1) نظریہ اور اس کی اشاعت۔ یہ نظریہ ایسا انقلابی ہونا چاہئے کہ موجودہ نظام کی جڑوں پر تیشہ بن کر گرے۔ 2) نظریہ سے وابستہ افراد کا ایک نظم قائم کرنا۔ یہ نظم دیسے تو کسی بھی طرز کا ہو سکتا ہے لیکن ہمارے لئے مسنون اور ماثور طریقہ بیعت کا ہے جسے مسلمانوں کی پوری 1400 سالہ تاریخ کا تقدس حاصل ہے۔ 3) نظم میں شامل رفقاء کی تربیت' تاکہ ان کے دل و دماغ میں نظریہ کی حقیقت اور افادیت تر و تازہ رہے۔ 4) صبر محض۔ جب آپ موجودہ نظام کے خلاف آواز بلند کریں گے تو اس کے حامیوں کی طرف سے آپ کو حقارت آمیز جواب دیا جائے گا مگر اس مرحلہ پر ضروری ہے کہ آپ مشتعل نہ ہوں' نہ ہی گالی کا جواب گالی سے دیں ورنہ نظام کے پہرے داروں کو آپ کو کچل دینے کا بہانہ مل جائے گا اور آغاز میں ہی آپ ناکام ہو جائیں گے۔ 5) اقدام' چیلنج۔ جب آپ کے پاس طاقت آجائے تو میدان میں آکر باطل نظام کو چیلنج کرنا ہو گا مگر یہ چیلنج سول نافرمانی کی صورت میں ہو گا جس میں ہڑتالوں اور پرامن مظاہروں کے ذریعے نظام کا راستہ روکا جائے گا۔ 6) مسلح تصادم۔ اگر نظام کے خلاف آپ کی تحریک میں جان ہے تو اس کے بعد مسلح تصادم ناگزیر ہے مگر یہ جنگ یک طرفہ ہو گی آپ پر تشدد کیا جائے' جیل میں ڈالا جائے حتیٰ کہ گولی مار دی جائے آپ اگر جواب میں گولی چلائیں گے تو ظاہر ہے کہ آج کے دور میں آپ افواج اور دیگر پیرا ملٹری فورسز کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے لہٰذا جب لوگ دیکھیں گے کہ آپ محض حق کی خاطر ماریں کھا رہے ہیں تو آپ عوام کی اخلاقی تائید کے بل پر بالآخر کامیاب ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ساتواں مرحلہ توسیع انقلاب کا اس میں شامل کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ انقلاب اگر حقیقی ہے تو وہ پڑوسی ممالک میں لازماً پھیلے گا کیونکہ حقیقی انقلاب جغرافیائی سرحدوں کا محتاج نہیں ہوتا۔

اسی رات ڈاکٹر صاحب نے دار الہجرۃ' فالز چرچ ورجینیا میں "اقامت دین کی اہمیت" کے موضوع پر خطاب کیا۔ پہلے کی طرح اس اجتماع میں بھی مختلف قومیتوں کے خواتین و مرد حضرات شریک رہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بنی اسرائیل سے متعلق سورۃ البقرہ کی آیات کے حوالے سے بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام اقوام عالم پر فضیلت عطا کی تھی' اس کے باوجود انہیں رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہی حال آج مسلمانوں کا ہے جو دنیا میں ایک ارب سے زائد تعداد میں ہونے کے باوجود کمزور قوموں کی طرح جی رہے ہیں' لیکن کبھی ہم نے سوچا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ انہوں نے کہا کہ جس طرح سابقہ امت مسلمہ' بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی اور جو مقام و مرتبہ انہیں عطا کیا گیا تھا' اس کا حق ادا نہ کیا تو انہیں اس منصب سے معزول کر کے موجودہ امت مسلمہ کو کھڑا کیا گیا۔ اسی کیفیت سے آج ہم دوچار ہیں اور عرب دنیا خاص کر' جسے پہلے ایک ہزار سال تک امت کی قیادت حاصل رہی' مگر ان کے بعد گزشتہ چار سو سال سے یہ قیادت بر عظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کو منتقل کر دی گئی ہے' جہاں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور مولانا مودودیؒ جیسی شخصیات نے جنم لیا۔ یہاں تک کہ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ پاکستان قائم ہی اس نعرے پر ہوا ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ۔ انہوں نے کہا کہ یہ حقائق بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں جو اعزاز بخشا ہے اس کی قدر کریں اور دنیا کے کسی ایک خطے میں ہی سہی' اسلام کا بول بالا کریں ورنہ بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلتے رہنے سے ذلت و مسکنت کی موجودہ صورت حال تبدیل نہیں ہو گی۔

پریس ریلیز

لاہور (پ ر) ۱۹/ اگست ۹۷ء۔ تنظیم اسلامی کے ترجمان نے عبداللہ ملک کے اس اخباری بیان کی شدید مذمت کی ہے اور اسے گمراہ کن قرار دیا ہے کہ تحریک پاکستان کی بنیاد ہی تشدد پر رکھی گئی تھی اور لاہور کے مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں کی جائدادیں لوٹ کر انہیں قتل کیا جس سے نسلی فسادات نے جنم لیا۔ ترجمان نے کہا کہ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے شاید ملک صاحب کی یادداشت متاثر ہو گئی ہے۔ درحقیقت ہندوستان کے طول و عرض میں مسلم کشی کی جو لہر اٹھی تھی اور جس میں بوڑھے' عورتوں اور بچوں کا بھی قتل عام سے بھی گریز نہیں کیا گیا تھا اور مسلم خواتین کی بہت بڑی سطح پر بے حرمتی کی گئی تھی۔ اس کے ردعمل کے طور پر لاہور میں چند واقعات بلاشبہ ہوئے لیکن ہندوؤں اور سکھوں کو جو جانی و مالی نقصان پہنچا تھا وہ مسلمانوں کے نقصانات کا عشر عشیر بھی نہیں تھا۔ ترجمان نے مزید کہا کہ عبداللہ ملک نے کہا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد جیسے لوگ امریکہ کے ہاتھ کھیل رہے ہیں۔ کیا ملک صاحب نے ایسے کوئی ثبوت حاصل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہو کہ ڈاکٹر اسرار احمد امریکہ کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ ترجمان نے کہا کہ ملک صاحب جیسے دانشور سے ایسی بلاجواز الزام تراشی کی توقع نہیں تھی۔ محسوس ہوتا ہے کہ کمیونزم کی شکست و ریخت نے ان کے اعصاب کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

حلقہ گوجرانوالہ اسرہ پھالیہ میں منعقدہ دعوتی تربیتی پروگرام پر مبنی سرگرمیاں

لوگوں تک تنظیم اسلامی کی دعوت پہنچانے کے لئے اسرہ پھالیہ کے زیر اہتمام ایک دعوتی و تربیتی پروگرام ترتیب دیا گیا۔ مشورہ کے بعد ۳/اگست بروز اتوار بعد نماز مغرب تا ۱۱ بجے کا وقت مقرر کیا گیا۔ نقیب اسرہ مقصود احمد بٹ سمیت اسرہ میں رفقاء کی تعداد سات ہے۔ تین صد (۳۰۰) کے قریب ہینڈ بلز تیار کئے گئے ۔ تمام رفقاء نے فرداً فرداً خصوصی ملاقاتوں کے ذریعے لوگوں تک پروگرام کی دعوت پہنچائی۔ رفقاء نے انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہوئے احباب کے لئے مغرب کے کھانے کی دعوت کا بھی اہتمام کیا تاکہ احباب دعوتی پروگرام سے مستفیذ ہو سکیں۔

یہ پروگرام رفیق محترم جناب ڈاکٹر مشتاق احمد کی خواہش پر محلہ رانجھہ ٹاؤن کی مسجد میں منعقد کیا گیا۔ پروگرام نماز مغرب کے فوراً بعد شروع ہوا ناظم حلقہ جناب شاہد اسلم اور ان کے معاون خصوصی جناب شمس العارفین بھی حسب پروگرام پہنچ گئے۔ راقم نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض ادا کرتے ہوئے قرآن پاک کی سورۂ "الفرقان" کی آیت مبارکہ اور ایک حدیث مبارکہ سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور کہا کہ کیا وجہ تھی کہ وہ قوم جس کو اہل کتاب "امی" کے لقب سے یاد کرتے تھے وہ عالم عرب پر چھا گئے۔ اور اس وقت کی دو عالمی طاقتیں قیصرو کسریٰ مسلمانوں کا نام سن کر لرزنے لگیں۔ وہ اس لئے کہ وہ اللہ کے رسولؐ پر حقیقی ایمان لائے اور ان پر نازل کردہ نور ہدایت کو اپنا رہبرو رہنما بنا لیا۔ رفیق محترم جناب شمس العارفین نے "فرائض دینی کا جامع تصور" کے موضوع پر خطاب کیا۔ ناظم حلقہ جناب شاہد اسلم نے "مقصد آمد مصطفیٰ" کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے ربیع الاول کے مبارک مہینہ کی نسبت سے خاتم الرسلؐ کی سیرت طیبہ کے ادوار کا اجمالی خاکہ پیش کیا۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ نے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کی اسی طرح اگر آج مسلمان بھی ان کی سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی ہمارے قدم نہ چومے۔ پروگرام کے آخر میں شمس العارفین نے "موجودہ عالمی حالات اور مسلمانان پاکستان کی ذمہ داریاں" کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر اب بھی ہم نے ہوش کے ناخن نہ لئے تو "ہماری داستان تک نہ ہو گی داستانوں میں" آخری نشست کے دوران حاضرین کو چائے بھی پیش کی گئی۔ تقریباً (۶۰) افراد نے پروگرام میں شرکت کی اور دلچسپی سے مقررین کو سنا۔ نشست کے بعد حاضرین کو سوال کرنے کا موقع دیا گیا۔ آخر میں حاضرین نے پروگرام کو سراہتے ہوئے ہر ماہ ایسے پروگرام کے انعقاد کا مشورہ دیا۔ اس پروگرام کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں ہر طبقہ فکر کے لوگ شریک ہوئے۔ پروگرام کے اختتام پر سٹیج سیکرٹری نے تنظیم اسلامی کی دعوت سے لوگوں کو متعارف کرایا۔

(رپورٹ : مقصود احمد بٹ)

اسرہ ہارون آباد کی دعوتی سرگرمیاں

اسرہ ہارون آباد کے نقیب محمد منیر احمد نے ماہ ربیع کی مناسبت سے ایک تقریری مقابلے کا پروگرام بنایا ۔ رفقاء و احباب سے مشورہ کے بعد اس پروگرام کو آخری شکل دی گئی۔ اس میں پہلا انعام دو سو روپے' دوسرا انعام ڈیڑھ سو روپے اور تیسرا ایک سو روپے کے علاوہ ہر انعام پانے والے کو تنظیم کا بنیادی لٹریچر دینا طے پایا۔ مقابلے کا عنوان "محبت رسولؐ اور اس کے تقاضے" رکھا گیا۔ چودہ مقررین نے اپنے ناموں کا اندراج کروایا ان مقررین کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ جج کے فرائض نقیب اسرہ محمد منیر احمد صاحب مقرر ہوئے ۔ پہلا مقابلہ ۱۸/جولائی کو ہوا جس کے نتائج محمد منیر احمد صاحب نے تیار کئے۔ اگلا مقابلہ ۲۵/جولائی کو ہوا اس کے جج محترم لیاقت علی صاحب رفیق تنظیم اسلامی مقرر ہوئے۔ یکم اگست ۱۹۹۷ء کو ربیع اول کا آخری جمعہ تھا۔ تنظیم اسلامی ہارون آباد کا ماہانہ دعوتی اجتماع بھی ہر انگریزی ماہ کے پہلے جمعہ کو ہوتا ہے۔ لہٰذا محمد منیر احمد نے "محبت رسولؐ اور اس کے تقاضے" کے عنوان سے خطاب کیا۔ تقسیم انعامات کی تقریب کے لئے لاہور سے ناظم حلقہ محمد اشرف وصی صاحب کو دعوت دی گئی تھی۔ نقیب اسرہ کے خطاب کے بعد محمد اشرف وصی صاحب نے انعامات تقسیم کئے۔ اول انعام کے حقدار جناب محمد نذر صاحب اور عبداللطیف صاحب قرار پائے۔ دوئم انعام کے حقدار جناب عبدالشکور صاحب اور حافظ محمد زاہد صاحب قرار پائے۔ سوئم انعام کے حقدار جناب حافظ عبدالرشید صاحب اور محمد عابد صاحب قرار پائے۔ (رپورٹ : محمد زبیر)

اسرہ سیالکوٹ کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی اسرہ سیالکوٹ کے زیر اہتمام جامع مسجد فاطمۃ الزہرہ کرسچن ٹاؤن میں جمعہ کے اجتماع سے تنظیم اسلامی کے مرکزی رفیق میجر جنرل ریٹائرڈ محمد حسین انصاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ رب العزت نے انسانیت کی رہنمائی کے لئے محمد ﷺ کے ذریعے اپنا بے مثال تحفہ قرآن پاک عطا کیا جس میں انسانیت کے جملہ مسائل کا کامل حل موجود ہے۔ جنرل صاحب نے کہا کہ قرآن ہی وہ آلہ انقلاب ہے جس کے ذریعے دنیا کا واحد مکمل انقلاب اللہ کے نبی ﷺ نے برپا کیا تھا۔ یہ قرآن ہی کا اعجاز تھا کہ عرب کی جاہل قوم پوری دنیا کی امام بن گئی۔ انہوں نے کہا کہ آج بھی ہمارے مسائل کا حل قرآن پاک اور سنت رسولؐ میں موجود ہے لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے قرآن کو محض کتاب ثواب بنا رکھا ہے۔ اجتماع جمعہ کے بعد جنرل صاحب کے اعزاز میں ظہرانہ دیا گیا جس میں معززین شہر اور دینی جماعتوں کے عہدیداران نے شرکت کی۔ اس دوران جنرل صاحب نے لوگوں کے سوالات کے جواب بھی دیئے۔

(رپورٹ : ملک تنویر الحق)

"حلقہ پنجاب غربی کا تیسرا ہفت روزہ دعوتی دورہ

جولائی کے آخری عشرے میں سرگودھا شہر میں حلقہ پنجاب غربی کے زیر اہتمام تیسرا ہفت روزہ منعقد ہوا۔ مسجد عمرؓ بن خطاب الفاروق کالونی میں قیام رہا۔ روزانہ دعوتی اور تربیتی اجتماعات منعقد کئے جاتے رہے جن سے رفقاء اور احباب نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ روزانہ فجر کی اذان کے ساتھ ہی بیداری ہوتی۔ نماز فجر کے بعد مختصر درس قرآن ہوتا۔ اس کے بعد تلاوت و تصحیح قرآن کا دور ہوتا جس میں حافظ ارشد صاحب تجوید بھی سکھاتے۔ یہ سلسلہ مفید ثابت ہوا کہ اس کے ذریعے تلاوت میں بہتری کی طرف توجہ ہوئی۔ محسوس کیا گیا کہ بہت کم رفقاء تجوید کے قواعد کے مطابق قرآن پڑھ سکتے ہیں لہٰذا اس معاملے میں مزید محنت اور مشق کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ ہوتا جس کے بعد ناشتہ کا دور چلتا۔ ناشتہ کے بعد دو تین رفقاء کو موقع دیا جاتا کہ وہ ساتھیوں کے سامنے تنظیم اسلامی کی دعوت پیش کریں تاکہ جھجک دور ہو۔ گفتگو کے بعد غلطیوں کی اصلاح اور دیگر مشورے بھی دیئے جاتے۔ اس کے بعد رفقاء کو دو دو کی جماعتوں میں تقسیم کر کے امیر مقرر کر دیا جاتا۔ یہ جماعتیں شہر کے مختلف علاقوں میں جا کر لوگوں سے ملاقاتیں کرتیں اور ان کے سامنے دعوت رکھی جاتی مزید برآں لوگوں کو مغرب کے بعد فہم دین کورس میں شرکت کی دعوت دی جاتی۔ ملاقاتوں میں اہتمام کے ساتھ پوری بات رکھی جاتی اور دعوتی لٹریچر بھی دیا جاتا۔ یہ سلسلہ ۳ گھنٹے جاری رہتا۔ ظہر سے قبل واپسی ہوتی اور دوپہر کا کھانا کھایا جاتا۔ نماز ظہر کے بعد ملک احسان صاحب درس حدیث دیتے اور ان کے بعد امیر حلقہ جناب رشید عمر صاحب آداب

زندگی بیان کرتے جس میں نبی کریم ﷺ کی مختلف معاملات میں سنتیں اور اسوہ حسنہ سے آگاہی ہوتی۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ رہتا۔ عصر کی نماز سے قبل رفقاء پھر دو دو کی جماعتوں میں تقسیم ہو کر قریب کے محلوں میں نکل جاتے اور مغرب تک دعوت کا کام سرانجام دیا جاتا۔ بعد از مغرب ہفت روزہ کا اہم اجتماع "فہم دین" کے حوالے سے منعقد ہوتا جس میں نیکی کی حقیقت، مذہب اور دین، جہاد، فرائض دینی اور منہج انقلاب ایسے موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی جسے حاضرین بڑی توجہ سے سنتے رہے۔ ان موضوعات پر پرانے رفقاء کے علاوہ نئے رفقاء کو درس دینے کے لئے تیار کیا گیا جنہوں نے خوش اسلوبی سے اس ذمہ داری کو نبھایا۔ اس اجتماع میں احباب کی حاضری ۲۰ سے ۵۰ تک رہی جو شہر کے مختلف مقامات سے رفقاء کی دعوت پر پہنچتے رہے۔ بعد از عشاء کھانے سے فراغت کے بعد رفقاء کی نشست ہوتی جس میں سارے دن کی کارکردگی پیش کی جاتی۔ لوگوں کے رویے اور ردعمل کی کیفیت سامنے آتی جس پر ساتھیوں کو امیر حلقہ اور دیگر ذمہ داران ہدایات دیتے۔ یوں پورا ہفتہ اسی معمول کے مطابق دعوتی و تربیتی کام ہوتا رہا۔ سرگودھا شہر کے مختلف علاقوں اور بازاروں میں دعوت دین پہنچائی گئی۔ ۱۲ رفقاء نے کل وقتی شرکت کی جبکہ ۲۰ سے زائد رفقاء نے جزوقتی شرکت کی۔ ۱۰ مساجد میں گفتگو کا موقع ملا۔ سرکاری دفاتر میں افسران و عملہ سے بات کی گئی یوں کثیر تعداد میں لوگوں کو تنظیم اسلامی کا تعارف حاصل ہوا۔ (رپورٹ: شاہد مجید)

حلقہ لاہور کے امراء تنظیم کا مشاورتی اجتماع

۲/اگست بروز ہفتہ شام ساڑھے سات بجے ناظم ذیلی حلقہ جناب فیاض حکیم صاحب کی زیر صدارت حلقہ لاہور کا مشاورتی اجتماع منعقد ہوا جس میں لاہور شمالی کے امیر جناب اقبال حسین، لاہور وسطی کے امیر جناب عمران چشتی، لاہور جنوبی کے امیر جناب فاروق اقبال، لاہور شرقی نمبر۱ جناب اشرف بیگ، لاہور شرقی نمبر۲ سے ڈاکٹر یونس طور، لاہور کینٹ کے امیر جناب حافظ محمد اقبال اور راقم نے شرکت کی۔

مشاورتی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، گزشتہ مشاورتی اجلاس کی رپورٹ پڑھ کر سنائی گئی۔ ۱۴/اگست ۹۷ء کو پاکستان کے پچاسویں یوم آزادی کے موقع پر حلقہ کی سطح پر پروگرام کے انعقاد کے بارے میں تمام امراء نے اتفاق رائے کا اظہار کیا، پروگرام کی نوعیت اور دیگر تفصیلات کے بارے میں کئی تجاویز پیش کی گئیں۔ علاوہ ازیں حلقہ کی سطح پر ماہانہ اجتماع کے انعقاد کی تجویز پر امراء لاہور نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اس تجویز کو منظور کر لیا گیا۔ چنانچہ اجتماع حلقہ ہر ماہ کے آخری اتوار کو نماز مغرب کے بعد ہوا کرے گا۔ اگلا اجتماع ۳۱/اگست کو قرآن آڈیٹوریم میں ہوگا، ملکی قانون میں قابل مواخذہ منکرات کے خلاف محنت و کوشش پر بھی اظہار خیال کیا گیا۔ ناظم حلقہ نے کہا کہ بڑی برائی یعنی باطل نظام کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ملکی قوانین میں ممنوع منکرات کے خلاف بھی جدوجہد کی جانی چاہئے۔ ۱۶، ۱۷اور ۲۳، ۲۴/اگست کے دوران دو روزہ پروگرام منعقد ہوں گے۔

حلقہ گوجرانوالہ کے وفد کی اسسٹنٹ کمشنر گجرات سے ملاقات

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے ایک نمائندہ وفد نے ناظم حلقہ شاہد اسلم کی قیادت میں اسسٹنٹ کمشنر گجرات سے ان کے دفتر میں ملاقات کی گئی۔ ملاقات میں اسسٹنٹ کمشنر گجرات کی توجہ ان منکرات کی جانب مبذول کروائی گئی جو پاکستانی قانون کے مطابق بھی قابل مواخذہ ہیں، لیکن وہ شہر میں سرعام ہو رہے ہیں۔ انہوں نے تنظیم اسلامی کے وفد کی طرف سے منکرات کی جانب توجہ دلانے پر شکریہ ادا کیا اور ان منکرات کے خلاف کارروائی کرنے کا یقین دلایا۔ وفد میں ناظم حلقہ کے علاوہ امیر تنظیم اسلامی گجرات احمد علی بٹ ایڈووکیٹ، شمس العارفین اور ارشد انصاری شامل تھے۔ وفد کے ایک رکن مرزا ندیم بیگ بعض مصروفیت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔

حسن ابدال میں درس قرآن

اسرہ حسن ابدال کے رفقاء کا دعوتی اجتماع ۲۷ جولائی ۱۹۹۷ء کو گلشن مارکیٹ میں منعقد ہوا۔ اس میں ناظم حلقہ جناب شمس الحق اعوان نے بعد نماز مغرب درس قرآن دیا۔ موصوف نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر سورۃ آل عمران کی آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا۔

انہوں نے شرکائے اجتماع پر واضح کیا کہ امت مسلمہ اس فریضہ کی ادائیگی کے بغیر ایمان کے جملہ تقاضوں سے عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ ہم میں سے ہر شخص کو یہ فریضہ ادا کر کے زیادہ سے زیادہ ایمان حقیقی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ ہم دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں۔ (رپورٹ: اختر صدیقی)

رفقائے اسرہ بلی بیوڑ کی دعوتی سرگرمیاں

۱۸ جولائی بعد نماز جمعہ راقم کے علاوہ عالم زیب، حیات ولی، نیک محمد، گل داؤد، حسین احمد، روزی خان نے مشورہ کے بعد دو روزہ پروگرام کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ دو روزہ اجتماع کا آغاز بعد نماز عصر جامع مسجد گندیگارد سے ہوا جہاں حسین احمد نے تنظیم اسلامی کی دعوت کے موضوع پر خطاب کیا۔ دوسرا خطاب راقم نے جامع مسجد بلی بیوڑ میں فرائض دینی کا جامع تصور کے موضوع پر کیا۔ تیسرا خطاب مسجد لوہار آباد میں حسین احمد نے تنظیم اسلامی کی دعوت کے موضوع پر کیا۔ اجتماع کا چوتھا اور آخری خطاب ۱۹ جولائی کو بعد نماز فجر راقم نے درس حدیث کے عنوان سے ہوا۔ اجتماعی دعا کے ساتھ دو روزہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ علاوہ ازیں راقم نے مختلف مساجد میں خطاب کیا جس میں ڈیڑھ صد سے زائد افراد شریک ہوئے۔ (رپورٹ: ممتاز بخت)

امامیہ کالونی میں ماہانہ درس قرآن

عامر ٹینٹ ہاؤس جی ٹی روڈ امامیہ کالونی کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآنی کی نشست جناب حاجی محمد اسلم خطیب گول مسجد امامیہ کالونی منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن اور نعت مبارکہ کے بعد رفیق تنظیم اسلامی لاہور غربی جناب منیر احمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ دین جس کو تمام انبیاء اپنے ساتھ لے کر آئے، اس کی تبلیغ و اشاعت حضرت آدم سے لے کر حضور ﷺ تک تمام نبیوں اور رسولوں نے کی۔ یہ دین واحد ہم سے کچھ تقاضا کرتا ہے ان تقاضوں کو پورا کر کے ہی ہم امت محمد ﷺ کا حقیقی فرد کہلانے کے حق دار قرار پائیں گے ورنہ دنیا و آخرت میں ذلت اور ناکامی ہمارا مقدر بن جائے گی۔ سب سے پہلا تقاضا اللہ کی بندگی پر انفرادی زندگی میں کاربند ہونا ہے۔ دین کا دوسرا تقاضا اس دین کو لوگوں تک پہنچانا ہے جبکہ دین کا تیسرا تقاضا دین کی اقامت ہے۔ اسلام تقویٰ اور اطاعت کے قرآنی الفاظ پر کمال درجے کے عمل سے عبادت کا تقاضا پورا ہوگا اس کے بغیر اسلام میں "ادخلوا فی السلم کافہ" کا تقاضا پورے نہیں ہوگا۔ پہلا اصول اللہ کی عبادت اور دوسرا اصول پیغمبر خدا کی اطاعت ہے۔ ان دونوں اصولوں پر عمل کرنے سے انسان انبیاء کی مقدس جماعت کا ہمسفر بن جاتا ہے۔ (رپورٹ: نعیم اختر عدنان)

محمد اشرف وصی کا دورۂ اسرہ ہیڑ کرباٹھ

ناظم حلقہ شرقی زیریں جناب محمد اشرف وصی اور راقم ۷ اگست کی شام کو ہیڑ کرباٹھ پہنچے۔ نقیب اسرہ جناب ظفر اقبال انجم صاحب سے ملاقات میں پروگراموں کا جائزہ لیا۔ بعد ازاں نقیب اسرہ کے ساتھ موضع کیرکا کا دورہ کیا۔ مقامی ساتھی جناب طیب علی شاہین کی وساطت سے گاؤں کی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب سورۂ تغابن کی ابتدائی آیات پر مبنی درس قرآن دیا۔ بعد نماز عشاء بیدیاں روڈ کی مقامی مسجد میں نیکی کی حقیقت کے موضوع پر درس قرآن دیا۔ ناظم حلقہ نے ۲ مقامی ساتھیوں سے ملاقات کی اور شیعہ سنی مفاہمت اور حالیہ دہشت گردی کے پس منظر پر گفتگو کی۔ بیدیاں روڈ پر واقع جامع مسجد کے خطیب صاحب ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کرتے ہیں۔ ہیڑ میں مقامی رفیق تنظیم جناب عبید اللہ اعوان سے ملاقات کی۔ اگلی صبح ۸ اگست بروز جمعہ ناظم حلقہ نے نے بیدیاں روڈ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ سے قبل خطاب کیا۔ جس میں سورۃ الحشر کی ابتدائی آیات کو گفتگو کا موضوع بنایا۔ حاضرین کی تعداد ۳۰۰ کے قریب تھی۔ ازاں بعد ناظم حلقہ دیگر رفقاء کے ہمراہ ماڈل ٹاؤن تشریف لائے جہاں پر رفیق تنظیم جناب قاری متین صاحب نے دعوتی تقریب کا اہتمام کر رکھا تھا۔ نائب ناظم شعبہ تربیت حافظ

اقبال نے خصوصی دعوت پر سورۂ انفطار کا درس دیا۔ بعد ازاں ناظم حلقہ واپس ہیڈ تشریف گئے۔ بعد نماز مغرب گاؤں آصل گرو میں سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ حاضرین کی تعداد ۵۰ تھی۔ ناظم حلقہ نے امام مسجد سے مختلف امور پر بات چیت کی۔ قاری صاحب نے ناظم حلقہ کی خدمت میں ایک کتاب "ولی کون ہے" ہدیتاً پیش کی۔ ہیڈ میں نقیب اسرہ جناب ڈاکٹر ظفر اقبال انجم صاحب سے الوداعی ملاقات کر کے واپسی کا سفر اختیار کیا۔ (مرتب : مزمل احسن شیخ)

پتوکی' ساہیوال اور ہارون آباد میں دعوتی و تنظیمی سرگرمیاں

ناظم حلقہ جناب محمد اشرف وصی اور راقم ۳۱ جولائی کو ۵ گھنٹے کی طویل مسافت کے بعد آدھی رات کے وقت ساہیوال پہنچے۔ اگلی صبح یکم اگست بروز جمعہ المبارک ہارون آباد روانگی ہوئی۔ نقیب اسرہ ہارون آباد جناب منیر احمد صاحب سے ملاقات میں اسرہ کی دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا۔ نماز جمعہ کی ادائیگی اور طعام و آرام سے فراغت کے بعد نماز مغرب کے فوراً بعد تنظیم اسلامی ہارون آباد کے دفتر میں خصوصی دعوتی پروگرام محبت رسول اور اس کے تقاضے کے موضوع پر منیر احمد نے خطاب کیا۔ تقریری مقابلے میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے احباب کو انعامات دیئے۔ ازاں بعد ناظم حلقہ نے معززین علاقہ سے خصوصی ملاقات کی۔ اگلی صبح ۲ اگست کو دو رکنی دعوتی قافلہ ساہیوال واپس پہنچ گیا۔ رفیق محترم برکی صاحب کے ہمراہ چک 78FR چک نمبر گئے۔ رفیق تنظیم جناب شیخ رشید صاحب سے ملاقات کی۔ ان سے سود کی حرمت اور اس سے بچنے کا طریقہ پر مفصل گفتگو ہوئی۔ ناظم حلقہ اور راقم ساہیوال نے پتوکی پہنچے سفائر ٹیکسٹائل مل کالونی میں نقیب اسرہ جناب الیاس صاحب سے ملاقات کی۔ نقیب اسرہ کے ہمراہ جمبر خورد کے معززین سے خصوصی ملاقات کی گئی۔ مقامی ساتھی جناب اقبال صاحب اور ذاکر حسین صاحب کے تعاون سے ناظم حلقہ کی ملاقات سینچری پیپر اینڈ بورڈ مل میں جناب عثمان صاحب سے ہوئی۔ ان سے شیعہ سنی مفاہمت کے موضوع پر بات چیت ہوئی۔ ناظم حلقہ نے تنظیم اسلامی کا موقف ان کے سامنے رکھا جس سے انہوں نے اتفاق رائے کا اظہار کیا۔ بعد نماز مغرب سفائر مل کی جامع مسجد میں فرائض دینی کا جامع تصور کے موضوع پر ناظم حلقہ نے خطاب کیا۔ ازاں بعد مقامی ساتھیوں کے ساتھ ملاقات کے دوران جہاد کشمیر کے حوالے سے گفتگو ہوئی' ناظم حلقہ نے کہا کہ کشمیر کا جہاد حقیقی معنوں میں فی سبیل اللہ نہیں بلکہ یہ جہاد حریت ہے' ناظم حلقہ نے تنظیم اسلامی کا موقف بھی واضح کیا۔ نماز عشاء گلشن ٹیکسٹائل مل کے نوجوان ساتھی جناب انور صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان سے دین کا جامع تصور کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ ۳/ اگست بروز اتوار ناظم حلقہ رفقائے تنظیم الیاس صاحب اور جناب صابر حسین صاحب سے ملاقات کے لئے اقبال روڈ پتوکی گئے۔ ملاقات میں ان کی دعوتی و تنظیمی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا۔

(رپورٹ : مزمل احسن شیخ)

جنوبی کراچی کا ماہانہ تربیتی اجتماع

۳/ اگست کو امیر حلقہ سندھ و بلوچستان جناب نسیم الدین نے تنظیم اسلامی جنوبی کراچی کے عہدیداران سے خصوصی ملاقات کی۔ ملاقات کا مقصد دعوتی' تربیتی اور تنظیمی امور کا جائزہ لینا تھا۔ امیر حلقہ نے نظام العمل کے حوالے سے کئی ایک سوالات کئے۔ امیر حلقہ نے نقباء اسرہ جات سے کہا کہ وہ پوری تندہی سے اپنی ذمہ داریاں ادا کریں بعد ازاں تمام رفقاء نے ماہانہ تربیتی اجتماع میں شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز انجینئر نوید احمد کے درس قرآن سے ہوا' درس حدیث کے فرائض جناب اعجاز لطیف نے ادا کئے' زبان کے غلط استعمال سے بچنے کی تاکید کے موضوع پر احادیث کا بطور خاص انتخاب کیا گیا تھا۔ امیر حلقہ محمد نسیم الدین نے اپنے خطاب میں کہا کہ رفقاء ایک دوسرے سے اپنا قرب پیدا کر کے باہمی مسائل حل کرنے میں تعاون کریں۔ انہوں نے ۱۶ مختلف نصیحتوں کا ذکر کیا جو نتائج کے اعتبار نہایت اہم ہیں۔ سلام میں پہل کرنا' غیبت سے پرہیز' دوسروں کی پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھنا اور اس کی حتی الامکان مدد کرنے کی کوشش کرنا ان باتوں کو اپنا کر تنظیم کے کام کو مزید آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ (رپورٹ : محمد عمران خان)

اسرہ نیو ملتان کی دعوتی سرگرمیاں

ضلع ملتان میں تین تنظیمیں اور ایک منفرد اسرہ قائم ہے۔ دیگر تنظیموں کی طرح اسرہ نیو ملتان کے رفقاء بھی اپنے لازمی تنظیمی اجتماعات کے علاوہ دعوتی پروگراموں کا انعقاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی "ترجمۃ القرآن" کی نشست ہے' جس کا اہتمام ہر ماہ کی آخری جمعرات کو کیا جاتا ہے۔ امیر حلقہ جناب مختار حسین فاروقی مدرس کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

اس مرتبہ یہ پروگرام 31 جولائی کو بعد نماز مغرب نیو ملتان اسرہ کے دفتر میں منعقد ہوا۔ رفقائے اسرہ کی محنت سے ایک چھوٹی سی ایمانی شمع روشن ہوئی جو ان شاء اللہ العزیز نہ صرف جلتی رہے گی بلکہ کئی اور شمعیں بھی روشن کرے گی۔ رفقاء میں سے محمد صدیق جب کہ احباب میں سے محمد عرفان مغل صاحب نے خصوصی محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی کوششوں میں مزید رنگ اور نکھار پیدا کرے اور اپنے ہاں شرف قبول عطا فرمائے۔ (مرتب : عدنان طاہر قریشی)

شعبہ نشرواشاعت حلقہ لاہور کا اجلاس

۵/ اگست بروز منگل بعد نماز مغرب دفتر حلقہ میں حلقہ لاہور کے شعبہ نشرواشاعت کا اجلاس ناظم ذیلی حلقہ جناب پروفیسر فیاض حکیم کی صدارت میں منعقد ہوا' اجلاس میں نوید احمد شیخ' طارق جاوید' سید فاروق الٰہی' صغیر احمد' عبدالمتین اور راقم شریک ہوئے۔

اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ بعد ازاں گزشتہ اجلاس کی کارروائی پڑھ کر سنائی گئی۔ یہ تجویز بھی سامنے آئی کہ حالات حاضرہ کے حوالے سے ناظمین نشرواشاعت تنظیم اسلامی کے موقف کو عوام کے سامنے بیان کرنے کے ضمن میں امیر حلقہ کو توجہ دلایا کریں گے۔ "ندائے خلافت" کی اشاعت میں توسیع کے ضمن میں یہ تجویز سامنے آئی کہ رفقاء کو ترغیب دلائی جائے کہ ہر رفیق ۵ احباب کو ندائے خلافت کا سالانہ خریدار بنائے۔ میثاق' حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے خریداری کوپن برائے سالانہ مہم ہر رسالے میں مستقل طور پر شائع کئے جائیں۔

(رپورٹ : محمد راشد' معتمد حلقہ لاہور)

بقیہ : بحث و نظر

کرتے ہیں لیکن اپنی روح کو بچانے کے لئے کچھ کرنے کو تیار نہیں' روح کے بغیر جسم کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کے خلاف ایسے شاعروں اور ادیبوں کو منظر عام پر لاتے ہیں' جو پاکستان کے تصور سے ہی بیزار تھے۔ ان حالات میں قوم کی تعمیر نو کا کام کس طرح شروع کیا جا سکتا ہے؟۔ ہر طرف مالیاتی بے ایمانی کا احتساب ہو رہا ہے لیکن کسی فراڈ کی چھان بین نہیں ہو رہی تو وہ ملک شکنی ہے جس نے اس ملک کے مستقبل کو داؤ پر لگا دیا ہے۔

انسانی معاشرہ — ایک بہتا ہوا دریا

ایک عہد اور اس عہد کی دنیا اور انسانی معاشرہ ایک بہتے ہوئے دریا کی طرح ہوتا ہے جس کی ہر موج دوسری موج سے مربوط و متصل ہوتی ہے' اس لئے کوئی ملک خواہ وہ باقی دنیا سے کتنا ہی کٹا ہوا اور الگ تھلگ زندگی گزار رہا ہو' گرد و پیش کی دنیا میں پیش آنے والے واقعات' انقلابات' باہم نبرد آزما طاقتوں اور طاقتور تحریکوں سے یکسر غیر متاثر اور غیر متعلق نہیں رہ سکتا۔

(اقتباس از تاریخ دعوت و عزیمت' جلد چہارم' مصنف مولانا ابوالحسن علی ندوی)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶، شمارہ ۳۲
سالانہ زرِ تعاون: ۱۲۵/- روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ـ ریلوے روڈ لاہور
مقام اشاعت: ۳۶ ـ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم
○ مرزا ... ○ ...
...

ہفتہ رفتہ کی خبریں

نئے قانون کے بعد دہشت گردوں کو موت نظر آرہی ہے ○ شہباز شریف

وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے اس عزم کو دہراتے ہوئے کہا کہ قوم نے ۳ فروری کے انتخابات میں مسلم لیگ کو جو عظیم مینڈیٹ بخشا ہے اس کی لاج رکھیں گے اور میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں عوام کے ساتھ مل کر ملک میں اللہ اور اس کے رسول کا نظام قائم کر کے دم لیں گے۔ وزیر اعلیٰ نے اپنے خطاب میں وعدہ کیا کہ قرآن میں دیا گیا عدل و انصاف پر مبنی نظام دیں گے۔ حصول آزادی کی نصف صدی مکمل ہونے کے موقع پر مسلم لیگ کی موجودہ قیادت یہ عہد کرتی ہے کہ وہ محنت دیانت اور امانت کے اصولوں پر پاکستان میں اسلامی انقلاب لائے گی۔ عوام کے ووٹوں سے جو مثالی مینڈیٹ ملا' اسے اب استعمال کرنے وقت آگیا ہے۔ ہم نے پانچ ماہ مسلسل محنت کر کے معاشی ترقی کی بنیاد رکھ دی ہے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ معصوم اور بے گناہ شہریوں کو قتل کرنے والے دہشت گردوں کو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ دہشت گردی کے خلاف قانون کی منظوری سے ان عناصر کو اپنی موت سامنے نظر آرہی ہے اور ان شاء اللہ دہشت گردوں کو پھانسی پر لٹکا کر معاشرے میں امن قائم کریں گے۔ (روزنامہ دن: ۱۵/اگست)

نواز اور گجرال کو امریکہ مدعو کر کے معاملات پر صاف صاف بات کرنے کی تجویز ○ امریکی سفیر

پاکستان میں امریکہ کے سفیر نے کہا ہے کہ نواز شریف کی حکومت گجرال حکومت سے ہی نہیں بلکہ امریکی صدر بل کلنٹن کی حکومت سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم جب امریکہ آئیں گے تو ان سے دونوں ممالک کی تشویش کے ہر معاملے پر بات ہوگی۔ امریکی سفیر نے کہا کہ ان کی حکومت نواز شریف اور گجرال دونوں کو امریکہ مدعو کر کے پاک بھارت معاملات پر صاف صاف بات کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔ امریکی سفیر نے کہا کہ وزیر اعظم نواز شریف کے دورہ امریکہ کے لئے دونوں ممالک کے درمیان رابطوں میں تاریخ اور نظام الاوقات کا تعین ہو رہا ہے۔ امریکہ پاکستان کو بڑا اہم ملک سمجھتا ہے اور ہم پاکستان کے ساتھ پختہ کار تعلقات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ (جنگ: ۱۸/اگست)

تمام اسلامی ممالک کی حکومتیں غیر قانونی اور کافرانہ نظام پر چل رہی ہیں ○ المہاجرون

لندن میں ایک نئی مسلم تنظیم "المہاجرون" نے دنیا کے تمام اسلامی ممالک کی حکومتوں کو غیر قانونی قرار دے کر ان کو ختم کرنے کی اپیل کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ تمام حکومتیں کافرانہ نظام پر چل رہی ہیں۔ ان سب کو ختم کر کے خلافت قائم کی جانی ضروری ہے۔ اس تنظیم کے کارکنوں کا ایک اجتماع ہوا' جس میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اس وقت دنیا کی تمام مسلم حکومتیں چونکہ نظام کفر پر عمل کر رہی ہیں اس لئے وہ غیر قانونی ہیں اور مسلمانوں کو ان حکومتوں کا تختہ الٹ دینا چاہئے۔ انہوں نے سعودی عرب کے فہد بن عبدالعزیز' وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف اور عراق کے صدر صدام حسین کو استعماری قوتوں کا ایجنٹ قرار دیا ہے۔ (نوائے وقت' ۶/اگست)

خصوصی عدالتوں کے قیام کا بل منظور

گزشتہ روز قومی اسمبلی اور سینٹ نے انسداد دہشت گردی کا بل ... رائے سے منظور کر لیا۔ دونوں ایوانوں میں اپوزیشن نے بل کی زبردست ... احتجاجاً واک آوٹ کیا۔ بدھ کی دوپہر کو پہلے قومی اسمبلی میں یہ بل منظور ... وزیر داخلہ نے سینٹ میں پیش کیا جہاں ۵ گھنٹے سے زائد بحث جاری ... اپوزیشن جماعتوں نے جن میں پیپلز پارٹی' جمعیت علماء اسلام' پختون خواہ ... نیشنل عوامی موومنٹ شامل تھی' اجلاس کا بائیکاٹ کر دیا۔ مہاجر قومی موومنٹ ... اجلاس میں شرکت نہ کی۔ (روزنامہ نوائے وقت: ۱۴/اگست)

گولڈن جوبلی کا جشن کراچی سے پشاور' سبز ہلالی پر ...

ملک بھر میں روشنیوں اور رنگوں کے رقص اور سبز ہلالی پرچم کے ... کی گولڈن جوبلی کا جشن نہایت جوش و خروش سے منایا گیا۔ جشن آزادی ... آغاز ۱۳/ اور ۱۴/اگست کی درمیانی شب وزیر اعظم نواز شریف کے ... نماز فجر کے موقع پر پاکستان کی سلامتی' استحکام اور کشمیر کی آزادی کے ... گئیں۔ وفاقی دارالحکومت میں ۳۱ اور صوبائی دارالحکومتوں میں ۲۱' ۲۱ توپوں ... گئی۔ وزیر اعظم نواز شریف نے پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے پرچم کشائی ... لاہور سمیت ملک بھر میں آزادی کی گولڈن جوبلی تقریبات میں بچوں ... اور خواتین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس موقع پر اہل پاکستان نے ۱۹۴۷ ... قربانیوں کی یاد تازہ کی۔ پوری قوم نے اس عہد کی تجدید کی کہ ملک کو اسلام کا ... گہوارہ بنانے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے گی اور قائد اعظم کے پاکستان کو ... طور پر مضبوط اور مستحکم بنایا جائے گا۔ سی این این کے مطابق اسلام ... زندہ دلان لاہور کے نقش قدم پر چل پڑے اور تاریخ میں پہلی مرتبہ ... معمولی جوش و خروش پایا گیا۔ رات کو کیپیٹل پارک میں جشن آزادی ... لئے چھوٹا پڑ گیا۔ پارک میں عید کا سماں تھا۔ امیر و غریب سب اہل خانہ ... بازی اور چراغاں دیکھنے کے لئے سڑکوں پر امڈ آئے۔ اسلام آباد کے نوجوانوں ... ڈبل سواری پر پابندی کے خلاف ورزی کی اور خوب ہلا ... وقت: ۱۵/اگست)

احتساب کمیٹیاں گریڈ ۱۶ تک کے ملازم پر ...

وفاقی احتساب کونسل کے چیئرمین ملک ممتاز احمد تارڑ نے کہا ہے ... ڈویژن' تحصیل اور ضلع کی سطح پر ۱۳۵۷ احتساب کمیٹیوں کے چار ہزار ... ہے۔ ان کمیٹیوں کے قیام کا مقصد مقامی سطح پر عوام کو پولیس انتظامیہ ... اداروں کے ملازمین و چھوٹے افسران کی زیادتیوں اور ظلم سے بچانا ہے ... لئے چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ نے اپنے اختیارات نچلی سطح پر ... عوام کو منتقل کر دیئے ہیں تاکہ عوام کی مدد سے احتساب کا عمل شروع کیا ... کہا کہ اب کسی بھی سرکاری ملازم کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی اور ... کارروائی ہوگی' بلکہ کسی احتساب کمیٹی کے رکن کے بدعنوانی میں ... کارروائی کی جائے گی۔ (نوائے وقت' ۶/اگست)